حیات معصومین (۵)

حضرت امام حسین علیہ السلام

نام کتاب: حضرت امام حسینؑ

مؤلف: مؤسسۃ البلاغ

مترجم: سید ذاکر حسین جعفری

ایڈیٹر: سید احتشام عباس زیدی

ناشر: سازمان فرہنگ و ارتباطات اسلامی (شعبہ ترجمہ و اشاعت)

سال طبع: شوال ۱۴۱۸ھ

فہرست

تیسرا حصہ

عرض ناشر

امام حسینؑ جن کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ وہ میرے نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے آپ کا جاوداں انقلاب مختلف نسلوں اور زمانوں میں تاریخ سے بے خبر لوگوں پر بھی آشکار ہوجاتا ہے مسلمان قوموں کے دل و جان میں اپنا گھر بنا لیتا ہے اور مورخین و محققین کی فکر و نظر میں روشنی پیدا کرتا ہے.

یہ انقلاب حریت پسند مومنین کو حضرتؑ کی اطاعت پر ابھارتا ہے اور آپؑ کے بلند ترین مقاصد کے حصول کی طرف راغب کرتا ہے۔ انہیں طاغوتوں کے ظلم و جور کو مٹانے اور عالم اسلام سے مشرق و مغرب کے غلاموں کو محو کرنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے. وہ انقلاب جو قوم کی بیداری کا باعث بنا اور جس نے بنی امیہ کے تخت سلطنت کو سرنگوں کر دیا.... اسلام دشمن طاقتیں اس عظیم انقلاب کو مٹانے اس کے رہنما اصولوں کو محو کرنے یا اس کے جلتے ہوئے چراغ کو بجھانے کے لئے کوشاں ہیں لیکن ان کی یہ کوششیں ہرگز کامیاب نہیں ہونگی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسینؑ حق طلب تھے .... انہوں نے انقلاب پر زور دیا اور آخری مرحلے تک اس پر قائم رہے عزیز ترین قربانیوں کو پیش کیا

گرانقدر، پاکیزہ اور قیمتی جانوں کو اس مقصد پر قربان کیا وہ مقصد جس نے ہندہ جگر خوارہ کے بیٹے معاویہ کے تمام خطرناک منصوبوں پر خط کھینچ دیا!! معاویہ نے اپنے منصوبوں کو ایسا مضبوط اور درست بنا کر پیش کیا تھا کہ اس کے بعد حکومت اسلامی کی باگ ڈور اس کے بیٹے یزید کے ہاتھ میں آجائے ... تا کہ اس کے بعد وہ تمام الٰہی احکام و حدود عبادی و اخلاقی قوانین کو مباح سمجھ کر ترک کروادے یعنی اسلام کو محو کردے یہی وجہ ہے کہ جب ہم یہودی اور عیسائی مستشرقین کو بنی امیہ حکومت کی تعریف کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے یزید کو تاریخ اسلام کے معروف ترین حکمراں کی حیثیت سے پہچنوایا ہے تو ہمیں کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ ان کے یہ غلط بیانات دائرۃ المعارف مستشرقین میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہم قارئین کرام کی خدمت میں امام حسینؑ کی زندگی کا ایک مختصر جائزہ پیش کررہے ہیں امید ہے کہ اس طرح تاریخ اہلبیتؑ اور ان کے معطر گلستان کی جانفزا نسیم فضا تاریخ میں اپنے روح افزا اثرات مرتب کرے اور امت اسلامیہ کے ہر فرد کی توجہ ایک بار پھر عاشور کے انقلاب کی عظمت کی طرف مبذول ہوجائے جس کی تاریخ انسانیت میں کوئی مثال نہیں ہے۔

خداوند کریم سے یہ دعا ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کی تائید فرمائے اور انہیں ثابت قدم رکھے جنہوں نے تاریخ عاشورا کی حفاظت میں منحرف اور فاسد عقائد کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اور اسلام کے حیات بخش اور تابناک اصولوں پر ایمان اور یقین کے ساتھ قائم رہے ہے۔ بیشک وہ بہترین مدد کرنے والا ہے

پہلا باب

امامؑ کی جاودانگی میں اسلام کا کردار

مبارک بچہ
حضرت امام حسینؑ کی قدر و منزلت
حضرت امام حسینؑ کی شخصیت پر ایک نظر

مبارک بچہ

امام حسنؑ کی ولادت کے ایک سال بعد یعنی ۳ شعبان ۴ھ کو پیغمبر اکرمؐ کو ان کے دوسرے نواسے حضرت امام حسینؑ کی ولادت با سعادت کی خوشخبری ملی۔ آپ جلدی سے حضرت علیؑ اور حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے اور اسماء بنت عمیس سے فرمایا:-

"یا اسماء! ھاتی ابنی" اے اسماء! میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔

اسماء امام حسینؑ کو رسول اکرمؐ کے پاس لائیں جو اسوقت ایک سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے رسول خداؐ بہت خوش ہوئے نواسے کو آغوش میں لیا دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت پھر امام حسینؑ کو گود میں لیکر رونا شروع کیا۔

اسماء نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں! آپؐ کے رونے کا سبب کا ہے؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا! "من ابنی ھذا" میرے رونے کا سبب میرا یہ معصوم فرزند ہے۔

اسماء نے کہا! اس نے تو ابھی دنیا میں آنکھیں کھولی ہیں اور اس کو ماں نے

ابھی جنم دیا ہے۔

حضرتؐ نے فرمایا:۔ "یا اسماء تقتله الفئة الباغية من بعدی لا انالهم الله شفاعتی" اے اسماء! میرے مرنے کے بعد ایک سرکش اور باغی گروہ میرے اس بیٹے کو قتل کریگا خدا ان کو میری شفاعت سے محروم رکھے۔

اس وقت آپ نے مزید ارشاد فرمایا: "یا اسماء لا تخبری فاطمة فانها حديثة عهد بو لادته" [۱] اے اسماء یہ خبر فاطمہ کو نہ دینا کیونکہ اس کے یہاں ابھی یہ بچہ پیدا ہوا ہے پھر رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "ای شی سميت ابنی؟" میرے اس بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا:۔ ما کنت لاسبقک باسمه یا رسول الله! یا رسول اللہ میں نے نہیں چاہا کہ اس کا نام رکھنے میں آپ پر سبقت کروں اسی وقت خداوند عالم کی جانب سے اپنے حبیب حضرت محمدؐ پر وحی نازل ہوئی اور اس مبارک بچہ کے نام سے پیغمبر اسلامؐ کو آگاہ کیا جب پیغمبر اکرمؐ نے خداوند عالم کی طرف سے اس مبارک بچہ کے نام کو دریافت کرلیا تو حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "سمه حسيناً" اس کا نام حسینؑ رکھو امام حسینؑ کی ولادت کے ساتویں دن حضرت ختمی مرتبتؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لائے امام حسینؑ کے عقیقہ کیلئے ایک گوسفند ذبح کیا اور حکم دیا کہ اس نوزاد کے سر کے بال اتاریں اور بالوں کے ہموزن چاندی کا صدقہ ادا کریں پھر امام حسینؑ کا ختنہ کرنے کا حکم دیا اور اس سلسلے میں جو مراسم امام حسنؑ کیلئے اسلامی سنت کے مطابق منعقد کئے گئے تھے وہی مراسم امام حسینؑ کیلئے بھی ادا کئے گئے [۲]۔

حضرت امام حسین کی قدر و منزلت

حضرت امام حسینؑ کا مرتبہ بہت عظیم ہے اس مرتبے پر آپ کے ماں، باپ، بھائی اور ان اماموں کے سوا جو آپ کی اولاد ہیں کوئی بھی فائز نہیں ہوسکتا اگر مورخین امام حسینؑ کے عظیم مقام و مرتبے کا اندازہ لگانا چاہیں تو وہ دیکھیں گے کہ حضرتؑ دنیائے اسلام میں عظمتوں کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہیں اور اس راہ میں انھوں نے بہت ہی اہم قابل قدر عظیم اور بنیادی قدم اٹھائے ہیں موجودہ تحقیق جو ہمارے پیش نظر ہے ان میں ہم بعض نکات کو جو امام حسینؑ کی قدر و منزلت کو مکتب الہیٰ کے معیاروں کے مطابق اجاگر کرتے ہیں ان کی طرف حتی الامکان اشارہ کریں گے....

قرآن کریم جو خداوند عالم کی ایک عظیم سند ہے اور جس میں باطل کا کہیں گذر نہیں اس کی متعدد آیات ایسی ہیں جن میں امام حسینؑ کے بلند و بالا مرتبے کو خداوند عالم کے نزدیک بڑی فصاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ آیت تطہیر

" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیراً "

بیشک خداوند عالم کا ارادہ ہے اے اہلبیتؑ کہ وہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تم کو ایسا پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

کتب صحاح [۳] کے مؤلفین نے اس آیت کی شان نزول کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے چادر یمنی مانگی اور اس کے نیچے اپنے ساتھ حضرت علیؑ حضرت فاطمہ زہراءؑ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو شرف یاب ہونے کی اجازت دی پھر فرمایا " اللهم هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيراً" [۴] خداوندا! یہ میرے اہلبیت ہیں لہذا ہر قسم کے رجس کو ان سے دور اور انکو پاک و پاکیزہ رکھ۔

اسی وقت اور اسی مناسبت سے مذکور آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت اہلبیتؑ کی طہارت اور پاکیزگی اور انکی رفعت و بلندی پر خدا کی طرف سے گواہی کی سند ہے اور اس تاکید سے یہ حقیقت آشکار ہوجاتی ہے کہ اسلام کی اعلیٰ ترین شخصیت ان افراد سے مخصوص ہے۔

۲۔ آیہ مباہلہ

" فمن حاجك فيه من بعد جائك من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابناؤكم و نسائنا و نسائكم و انفسنا و انفسكم ، ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين" [۵]

اے رسول جو لوگ علم آجانے کے بعد تم سے ہٹ دھرمی کریں تو ان سے کہدو کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ایک دوسرے پر نفرت کا اظہار

کریں اور جھوٹوں کیلئے خدا کی لعنت طلب کریں.

اس آیت کی تفسیر کے بارے میں مفسرین اور صاحبان علم[۶] کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اکرمؐ اور نجران کے عیسائیوں کے درمیان مباہلہ کے امر پر اتفاق ہوگیا کہ دونوں گروہ مل کر خداوند عالم کی بارگاہ میں ایک دوسرے کے خلاف تباہی اور ہلاکت کی دعا مانگیں اور جو اپنی دعوت میں جھوٹا ہوگا اس پر خدا کی لعنت ہو.

مباہلہ کے مقررہ وقت پر پیغمبر اکرمؐ اپنے اہلبیتؑ کو اس شان سے لے گئے کہ امام حسینؑ کو اپنی آغوش میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا آنحضورؐ کے پیچھے حضرت زہراؑ اور ان کے پیچھے حضرت علیؑ چل رہے تھے پیغمبر اکرمؐ اپنے ساتھیوں سے فرمارہے تھے "اذا دعوت فامنوا" جب میں دعا کروں تو تم لوگ آمین کہنا....

ادھر جب نجران کے عیسائیوں نے عظمت و رفعت کے ہالے میں ان نورانی چہروں کو دیکھا تو انھوں نے پیغمبر اکرمؐ سے گفتگو کی اور مباہلہ سے پیچھے ہٹ گئے اس طرح انہوں نے حضرتؐ کی حاکمیت کو تسلیم کرلیا اور انھیں مالیات و جزیہ دینے پر راضی ہوگئے.

اس آیت کریمہ میں جیسا کہ ہم ملاحظہ کرتے ہیں کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو "ابنائنا" اور پیغمبر اکرم حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ کو لفظ "انفسنا" سے تعبیر کیا گیا ہے اور حضرت فاطمہ زہراؑ جنھیں تمام مسلمان عورتوں پر نمایاں حیثیت حاصل ہے اس یگانہ خاتون کو لفظ "نسائنا" سے تعبیر کیا گیا ہے یہ تمام تعبیریں اس بات کی

عماز ہیں کہ اہل بیت عصمت و طہارت کی شان و شوکت اور قدر و منزلت خداوند عالم کی بارگاہ میں کتنی اعلیٰ و ارفع ہے ان کے سوا کوئی بھی اس عظیم مقام تک نہیں پہنچ سکتا ورنہ رسول خداؐ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو بھی میدان مباہلہ میں لے جاتے!

۳۔ آیت مودت

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ(۷)۔

اے حبیب کہدو! کہ میں تبلیغ رسالت کے عوض تم سے کوئی اُجرت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے اہلبیت سے مودت و محبت رکھنا۔

مفسرین نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے:- کہ یہ آیت حضرت علیؑ، حضرت زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ، کی شان میں نازل ہوئی ہے جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ ایک اعرابی پیغمبر اکرمؐ کے پاس آیا اور ان نے کہا اے محمدؐ مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے حضرتؐ نے فرمایا: "تشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ" تم کلمہ شہادتین پڑھو اور گواہی دو کہ وہ معبود یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمدؐ اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ اس اعرابی نے کہا: کیا آپ اس کے متعلق مجھ سے اجرت چاہیں گے حضرتؐ نے فرمایا، "لا الا المودۃ فی القربیٰ" قرابتداروں کی محبت کے سوا کچھ نہیں اعرابی نے پوچھا میرے قرابتدار یا آپکے؟ حضرتؐ نے فرمایا "قربائی" میرے قرابتدار اعرابی نے کہا اپنا دست مبارک آگے بڑھائیں تا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں خدا کی لعنت ہو اس شخص پر جو آپؐ سے اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ رکھے حضرت نے فرمایا آمین(۸)۔

مسند احمد بن حنبل و صحیحین و تفسیر ثعلبی اور تفسیر طبری میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جس وقت آیت "قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ" نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے وہ قرابتدار کون ہیں جنکی محبت ہم پر واجب ہوئی ہے؟ حضرت نے فرمایا: "علی و فاطمه و ابناهما" وہ علیؑ، فاطمہؑ اور انکے دونوں فرزند ہیں ان آیات کی روشنی میں پروردگار کے نزدیک حضرت امام حسینؑ اور اہلبیتؑ کی قدر و منزلت اور عظمت و رفعت مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

ہم مزید وضاحت کے لئے بعض روایات کی جانب اشارہ کرتے ہیں جو پیغمبر اکرمؐ سے امام حسینؑ کی شان میں وارد ہوئی ہیں تاکہ اسلام اور امت کے درمیان امام حسینؑ کے بلند و بالا مرتبہ کو عمیق اور دقیق طور پر پیش کر سکیں

۱۔ صحیح ترمذی میں یعلی بن مرة سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: "حسین منی و انا من حسین احب الله من احب حسیناً حسین سبط من الاسباط"[۹] حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خداوند تو اسے دوست رکھ جو حسینؑ کو دوست رکھے حسینؑ نواسۂ رسول اور فرزند پیغمبر ہے۔

۲۔ سلمان فارسی سے منقول ہے کہ میں نے پیغمبر اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"الحسن و الحسین ابنای من احبهما احبنی و من احبنی احبه الله و من احبه الله ادخله الجنة و من ابغضهما ابغضنی و من ابغضنی ابغضه الله و من ابغضه الله ادخله النار علی وجهه"[۱۰]

حسنؑ اور حسینؑ دونوں میرے فرزند ہیں جو حسنؑ و حسینؑ کا دوست ہے وہ میرا دوست ہے اور جو میرا دوست ہے وہ خدا کا

دوست ہے اور جو خدا کا رکھتا ہے وہ جنتی ہے اور جو حسنؑ و حسینؑ
کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے جو میرا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے
اور جو خدا کا دشمن ہے وہ منہ کے بل جہنم میں گرایا جائیگا۔

۳۔ براء بن عازب سے منقول ہے کہ۔ میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ وہ امام حسینؑ کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے: "اللھم انی احبہ فاحبہ" (۱۱) خداوندا میں حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔

۴۔ عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ: پیغمبر اکرمؐ نے حسنؑ و حسینؑ کے متعلق ارشاد فرمایا:

"ھذان ابنای فمن احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی"
یہ دونوں میرے فرزند ہیں جس نے ان کو دوست رکھا اس نے مجھے
دوست رکھا اور جو شخص ان کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔

۵۔ علی بن الحسین امام سجادؑ نے اپنے والد بزرگوار اور انہوں نے اپنے جد گرامی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ

ان رسول اللہ اخذ بید الحسن و الحسین و قال، من احبنی و احب ھذین و اباھما کان معی یوم القیامۃ (۱۲)
پیغمبر اکرمؐ نے امام حسن اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جو شخص مجھے اور ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو دوست رکھے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

امام حسینؑ کی شخصیت پر ایک نظر

ہم نے اس سے پہلے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کی شخصیت یگانہ و منفرد حیثیت کی حامل ہے انہوں نے خدا کی حمایت میں زندگی بسر کی تاکہ ہدایت و تبلیغ کے بار گراں کو دوش پر اٹھانے کیلئے آمادہ و تیار ہوں انہوں نے ایک ہی منصوبہ کو فکری، روحی اور اخلاقی تربیت کے لحاظ سے اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ اور اپنے والد گرامی حضرت علیؑ اور اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہ زہراؑ کے زیر نظر آگے بڑھایا اس لحاظ سے ان کی شخصیت فکری، اخلاقی اور عملی میدان میں مکتب الہیٰ کی مکمل آئینہ دار ہے۔

اگر چہ سبط اکبر امام حسن مجتبیٰؑ کی شخصیت کو پہچنوانے کی غرض سے ہم نے پہلے کچھ مثالیں پیش کی ہیں اب کچھ ایسی مثالوں کو پیش کرتے ہیں جو امام حسین کی شخصیت کو فکری، اخلاقی اور عملی طور پر اجاگر کرتی ہیں:۔

۱۔ امام کا خدا سے رابطہ

شاید ہی ہم خدا کے ساتھ امام حسینؑ کے رابطے و تعلق کی گہرائی کو پیش کر سکیں آپ نے پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ اور حضرت زہراؑ کے دامن میں پرورش پائی

اور آپ کی روح و فکر انھیں حضرات کے سائے میں پروان چڑھی ان حضرات کی شخصیت آپ کی زندگی میں ہر لحاظ سے اپنا نقش چھوڑ گئی.

روایت میں ہے کہ ایک دن آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے پروردگار سے کتنا خوف کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

"لا یامن من یوم القیامۃ الا من خاف اللہ فی الدنیا" (۱۳)

قیامت کے خوف سے وہی شخص امان میں ہے جو دنیا میں خدا سے ڈرتا ہے.

جب آپ وضو کرتے تھے تو آپکا رنگ مبارک متغیر ہوجاتا تھا اور آپ کے بدن میں رعشہ اور لرزہ طاری ہوجاتا ہے اس کے متعلق جب آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا:

"حق لمن وقف بین یدی الملک الجبار ان یصفر لونہ و ترتعد مفاصلہ" (۱۴)

سزاوار ہے کہ جو شخص صاحب اقتدار اور با عظمت بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو اس کے چہرے کا رنگ زرد ہوجائے اور اس کے جوڑوں میں رعشہ پڑجائے

دسویں محرم کی رات امام حسینؑ نے صرف اسی شب کیلئے سپاہ یزید سے مہلت طلب کی جب کہ آپ فرمارہے تھے:

"انا نرید ان نصلی لربنا اللیلۃ و نستغفرہ فھو یعلم انی احب الصلوۃ لہ و تلاوۃ کتابہ و کثرۃ الدعاء والاستغفار

ہم آج کی رات اپنے پروردگار کی عبادت میں گذارنا چاہتے ہیں تا کہ ہم اس سے عفو و بخشش کی درخواست کر سکیں وہ جانتا ہے کہ میں نماز ، اسکی کتاب قرآن مجید کی تلاوت اور دعا و استغفار کو بہت دوست رکھتا ہوں.

دسویں محرم ظہر کے وقت آپ نے اپنی زندگی کے مشکل ترین اور حساس ترین لمحات میں نماز ظہر ادا کی آپ نے حکم دیا کہ کچھ لوگ دشمن کے حملوں کو روکیں اور باقی نماز ظہر ادا کریں امام حسینؑ کی یہ سیرت خداوند عالم کے ساتھ ان کے تعلق و رابطے کی گہرائی اور ان کے عشق کی انتہا کی مظہر ہے.

آپ ہمیشہ اپنے معبود کے حضور یہ دعا پڑھتے تھے:

" اللهم ارزقنی الرغبة فی الآخرة حتی اعرف صدق ذلک فی قلبی بالزهادة منی فی دنیای اللهم ارزقنی بصراً فی امر الآخرة حتی اطلب الحسنات شوقاً و افرّ من السیئات خوفاً یارب.... "(۱۵)

خداوندا ! مجھے آخرت کے متعلق ایسی رغبت عطا فرما کہ دنیا سے اپنے زہد کی بنا پر آخرت کی سچائی اور حقیقت کو اپنے دل میں محسوس کروں.

خداوندا ! مجھے آخرت کے امر میں وہ بینائی عطا فرما کہ میں نیکیوں کو ذوق و شوق سے تلاش کروں اور برائیوں سے خوف و ہراس کی وجہ سے دور رہوں اے میرے پروردگار.....

یہ چند جملے تھے جن سے امام حسینؑ اور ان کے پروردگار کے درمیان قلبی لگاؤ کا پتہ چلتا ہے اور عنقریب اس عمیق اور ذاتی لگاؤ سے متعلق انقلاب عاشورا، اور خدا کی راہ میں آپ کی دلیرانہ اور مظلومانہ شہادت کے ذیل میں مزید گفتگو کریں گے انشاءاللہ۔

۲۔ لوگوں کے ساتھ امام حسینؑ کا ربط

جب ہم امام حسینؑ کی شخصیت کو اخلاق و کردار کے آئینے میں دیکھتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ عوام کے مختلف طبقات کے ساتھ آپ کا برتاؤ اور سلوک امت اسلامیہ کے عظیم اور مثالی رہبر کی حیثیت سے نظر آتا ہے البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام حسینؑ کا سلوک امت کے ہر فرد کے ساتھ دوسرے ائمہ کے سلوک سے جدا ہے کیونکہ امت کے ساتھ ائمہؑ کے ربط کے طور و طریقے کو اسلام کا مکتب فکر مشخص کرتا ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جو ائمہ کی منزلت کو دنیا کے سامنے نمایاں کرتی ہے اب ہم امام حسینؑ کی شخصیت کے عملی و اخلاقی پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے بعض روشن و تابناک مصداقوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

الف) امام کی انکساری کا ایک منظر

ایک دن امام حسینؑ بعض فقیروں و ناداروں کے پاس سے گذرے جو ایک چٹائی پر بیٹھے روٹی کے چند ٹکڑے کھانے میں مشغول تھے آپ نے انھیں سلام کیا انہوں نے آپ کو دسترخوان پر بیٹھنے کی دعوت دی آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: "لو لا انه صدقة لاكلت معكم" اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کے

ساتھ شریک ہوجاتا پھر فرمایا: "قوموا الی منزلی" اٹھو اور میرے گھر چلو گھر لاکر انھیں پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور مناسب قسم کا لباس عطا کیا اور انہیں کچھ درہم دینے کا حکم بھی دیا(۱۶)۔

آپ کی انکساری کو سمجھنے کیلئے یہی واضح اور عملی نمونہ کافی ہے خصوصاً جب ہم اس بات پر بھی غور کریں کہ امام حسینؑ امت مسلمہ کی ہدایت اور رہبری کیلئے افضل ترین فرد ہیں وہ امت کے تنہا دماغ اور قیادت کے تاجدار ہیں نیز خداوند عالم اور پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے انکی امامت بھی صراحت کے ساتھ معین کی جا چکی ہے نیز اس واقعیت کے پیش نظر بھی کہ انکے زمانے میں کوئی بھی انکے اس سماجی مرتبے تک نہیں پہنچ سکا یہاں تک کہ ابن عباس جیسے بزرگ صحابی جو آپ سے عمر میں بڑے تھے وہ تعظیم و تکریم کی خاطر آپ کی رکاب پکڑاتے ہیں تاکہ آپ اپنے مرکب پر سوار ہوجائیں(۱۷) یہی وجہ ہے کہ جب آپ حج کرنے کیلئے پیدل سفر کرتے تھے تو جو لوگ راستے میں آپؑ سے ملتے تھے احترام اور عظمت کی خاطر اپنی سواری سے اتر کر آپ کے ساتھ پیدل چلتے تھے۔

اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ عالم اسلام اور مسلمانوں کے درمیان امام حسینؑ کے سماجی مرتبہ کی شناخت ہم کو اس بات پر قادر بنادیگی کہ ہم ان کی تواضع و انکساری کو بہتر طور پر پہچان سکیں اس سے ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اسلامی سماج میں آپ ایک غریب اور معمولی انسان کے ساتھ بھی انسانیت کا اعلیٰ ترین برتاؤ کرتے تھے۔

آپ کی تواضع کا ایک اور نمونہ یہ ہے کہ آپ نے "مقام صفہ"[۱۸] پر کچھ لوگوں سے ملاقات کی جو کھانا کھانے میں مشغول تھے انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی آپ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: "ان اللہ لا یحب المتکبرین" بیشک خدا تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، پھر آپ نے انکے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور کہا: "قد اجبتکم فاجیبونی" میں نے تم لوگوں کی دعوت قبول کی اب تم لوگ بھی میری دعوت قبول کرو انہوں نے حضرت کی دعوت قبول کی آپ ان کو اپنے گھر لے آئے اور اپنی ہمسر حضرت رباب سے مخاطب ہوکر فرمایا: "اخرجی ما کنت تدخرین"[۱۹] جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ

لوگوں کے ساتھ آپ کے سلوک کے مثبت اور پسندیدہ نمونوں میں سے ایک نمونہ اور اسی طرح آپ کی طرف سے امت کے امور کا پاس و لحاظ اس روایت میں موجود ہے جو شیعب بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے اس نے کہا کہ عاشور کے دن حسینؑ بن علیؑ کی پشت پر ایک نشان دیکھا گیا جس کے متعلق امام زین العابدین سے پوچھا گیا تو حضرت نے جواب دیا:

"ھذا مما کان ینقل الجراب علی ظھرہ الی منازل الارامل و الیتامیٰ و المساکین"[۲۰]
یہ نشان اس وجہ سے ہے کہ آپ روٹی اور خرما اپنے دوش پر اٹھاکر بیوہ عورتوں یتیموں اور مسکینوں تک پہنچاتے تھے۔

جو چیز آپ کی تواضع و انکساری کا واضح اور بے مثال ثبوت ہے وہ سماجی امور اور امت کے معاملات کو اہمیت دینا اور اپنی ذمہ داریوں پر گہری توجہ رکھنا ہے۔

ب) امام حسینؑ کی عفو و بخشش

امام حسینؑ کی عفو و بخشش بھی آپ کے دوسرے اخلاق و صفات کی طرح بلند و بالا ہے اس کا ایک عینی اور عملی ثبوت یہ ہے کہ ایک دن آپ کے غلام سے خطا سرزد ہوگئی جو ادب سکھانے کی خاطر تنبیہ کا موجب بن گئی آپ نے غلام کو سزا دینا چاہا غلام نے حضرت سے کہا. " والکاظمین الغیظ " وہ لوگ جو غصہ کو پی جاتے ہیں امام نے فرمایا: اس کو چھوڑدو غلام نے کہا: " والعافین عن الناس " جو لوگوں کو معاف کردیتے ہیں امام نے فرمایا: " قدعفوت عنک " میں نے تجھے معاف کردیا، غلام نے کہا " یا مولای: واللہ یحب المحسنین " خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے امام حسینؑ نے فرمایا: " انت حر لوجہ اللہ لک ضعف ما کنت اعطیتک "[۲۱] تو راہ خدا میں آزاد ہے اور جو کچھ میں نے تجھے بخشا تھا اس کا دوگنا حصہ تیرا ہے. یہ ایک بہت ہی معمولی نمونہ ہے جس سے انسان امام حسینؑ کی عظیم شخصیت کے اخلاقی اور عملی پہلوؤں کو پہچان سکتا ہے.

۳۔ امام حسینؑ کی فکری وسعت

یہاں مناسب ہے کہ ہم امام حسینؑ کے بلند و بالا فکری نمونوں کو مختصر طور پر پیش کریں اس لئے کہ آپ کی بلندی و بالا عقلی سطح پر تو خدا کے سائے میں پروان چڑھی اور الٰہی راہ و روش سے بہرہ مند ہوئی ہے.

الف) نافع بن ازرق جو خوارج کے ازرقیوں کا سردار تھا اس نے آپؑ سے کہا: جس خدا کی آپ عبادت کرتے ہیں اس کے بارے میں مجھے بتائیں. آپ نے

جواب میں اس سے یوں فرمایا:

" یا نافع ! من وضع دینه علی القیاس لم یزل الدهر فی الالتباس ، مائلاً اذا کبا عن المنهاج ، ظاعناً بالاعوجاج ، ضالاً عن السبیل ، قائلاً غیر الجمیل ، یابن الازرق ، اصف الهیٰ بما وصف به نفسه، لا یدرک بالحواس و لا یقاس بالناس ، قریب غیر ملتصق و بعید غیر مستقصیٰ، یوحد و لا یبغض ، معروف بالآیات ، موصوف بالعلامات لااله الا هو الکبیر المتعال "

اے نافع ! جس نے اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھی ، وہ پوری زندگی اشتباہ میں رہے گا بہت جلد سیدھے راستے سے منحرف ہوجائے گا اور کج فہمی کے مرکب پر سوار ہوکر ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہوجائے گا ، غیر پسندیدہ باتیں بیان کریگا ، اے ازرق کے بیٹے ! میں اپنے معبود کی وہی تعریف کرتا ہوں جو اس نے خود اپنی تعریف میں بیان کیا ہے میرا معبود حواس میں نہیں آسکتا وہ لوگوں کے ساتھ قابل قیاس نہیں ہے وہ نزدیک ہے لیکن متصل نہیں ، وہ دور ہے لیکن حدود انتہا کے معنیٰ میں نہیں وہ ایک اور اکیلا ہے تبعیض کا اس کے ہاں کوئی گذر نہیں وہ اپنی آیات اور نشانیوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اور خود اس کے علامات کے ساتھ اس کی تعریف ہوتی ہے اس کی عظیم و بلند و بالا ذات کے سوا کوئی خدا نہیں ہے

آپ کی گفتگو کے بعد ابن ازرق رو پڑا اور کہا: آپ کی باتیں کتنی اچھی اور دل نشین ہیں [۲۲]۔

ب) امام حسینؑ جب کربلا کی طرف روانہ ہوئے تو آپ اس وقت حکومت کی گمراہی اور اس کی مایوس کن حالات کو بیان کر رہے تھے عمومی فضا کو ہموار کرتے اور خدا کی راہ میں شہادت پر اپنے قطعی ارادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ یوں فرماتے ہیں [۲۳]۔

ان هذه الدنيا قد تغيرت و تنكرت و ادبر معروفها فلم يبق منها صبابة الا كصبابة الاناء و خسيس عيش كالمرعى الوبيل الا ترون الى الحق لا يعمل به ؟ والى الباطل لا يتنهى عنه؟ ليرغب المؤمن فى لقاء الله محقاً فانى لا ارىٰ الموت الا سعادة و الحياة مع الظالمين الا برماً ان الناس عبيد الدنيا و الدين لعق على السنتهم يحوطونه ما درت معائشهم فاذا محصوا بالبلاء قلّ الديانون "۔

بیشک یہ دنیا متغیر اور قابل نفرت ہوگئی ہے اور اس نے نیکیوں کو فراموش کر دیا ہے یہ دنیا اس ظرف کے مانند ہے جس میں باقی ماندہ رطوبت کے سوا کچھ نہیں ہے یہ ایک آفت زدہ چراگاہ کے مانند دکھائی دیتی ہے پست و حقیر زندگی کے سوا اس میں کچھ نہیں کیا تم حق کو نہیں دیکھتے کہ اس پہ عمل نہیں ہو رہا ہے اور کیا باطل کو نہیں دیکھتے جس سے کوئی روک ٹوک نہیں ہو رہی ہے بلا شبہ ایسے

حالات میں مؤمن کے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنے پروردگار سے جا ملے
میں موت کو خیر و سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ذلت و
رسوائی سمجھتا ہوں ، البتہ لوگ اس دنیا کے غلام ہیں اور دین صرف
ان کی زبان کا لقلقہ ہے وہ اپنی زندگی کی مصلحت کے تحت دین کو
حرکت دیتے ہیں اس لئے مشکلات و مصائب کی گھڑیوں میں بہت کم
لوگ دیندار رہ جاتے ہیں .

ج) یہ امام حسینؑ ہیں جو خدا کے ساتھ رابطے کے مختلف درجوں کو باریک بینی کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ:

" ان قوماً عبدو الله رغبةً ، فتلک عبادة التجار ، و ان قوماً عبدو الله رهبةً
فتلک عبادة العبید ، ان قوماً عبدو الله شکراً ، فتلک عبادة الاحرار و
هی افضل العبادة " (۲۲) .

بیشک بعض لوگ خدا کی عبادت کچھ حاصل کرنے کی غرض سے
کرتے ہیں یہ تاجروں کی عبادت ہے اور بعض خوف کی وجہ سے
عبادت کرتے ہیں یہ غلاموں کی عبادت ہے اور بعض اس کی
نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے عبادت کرتے ہیں یہ آزاد لوگوں کی
عبادت ہے اور یہ سب سے افضل ہے۔

د) ایک دفعہ امام حسینؑ نے بنی امیہ کی حکومت کے خصوصیات اور اسلامی نقطہ نظر سے سیاسی و عملی گمراہی سے متعلق تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" ... ایها الناس : انّ رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم قال ، من رایٰ سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم الله ، نا کثاً لعهد الله ، مخالفا لسنة رسول الله ، یعمل فی عباد الله بالاثم و العدوان ، فلم یغیّر علیه بفعل و لا قول ، کان حقاً علی الله ان یدخله مدخله الا و انّ هو لاء قد لزموا طاعة الشیطان و ترکوا اطاعة الرحمان و اظهرو الفساد و عطلوا الحدود و استاثروا بالفیی ، و احلوا حرام الله و حرّموا حلاله انا احق من غیری ، و قد اتتنی کتبکم و قدمت علی رسلکم ببیعتکم و انکم لا تسلمونی و لا تخذلونی ، فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم فانا الحسین بن علی و ابن فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم ونفسی مع انفسکم اهلی مع اهلیکم فلکم فی اسوة وان لم تفعلوا و نقضتم عهدکم و خلعتم بیعتی من اعناقکم ، فلعمری ما هی لکم بنکر ، لقد فعلتموها بابی و اخی وابن عمّی مسلم بن عقیل ، و المغرور من اغترّ بکم ، فحظکم اخطاتم و نصیبکم ، ضعیتم و من نکث فانما ینکث علی نفسه و سیغنی الله عنکم "[۲۵] .

اے لوگو! بیشک رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ظالم و ستمگر بادشاہ کو دیکھے کہ جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو خدا کے عہد و پیمان کو توڑتا ہو پیغمبر خداؐ کی سنت کے خلاف عمل کرتا ہو خدا کے بندوں کے درمیان ظلم و ستم اور گناہ و عداوت کو رواج دیتا ہو اور

او اس کے خلاف اپنی زبان و عمل کے ذریعہ کوئی اقدام نہ کرے تو خداوند عالم پر سزاوار ہے کہ اس کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچادے۔

آگاہ ہوجاؤ! اموی حکمرانوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنا طریقہ بنالیا ہے اور خدائے رحمان کی بندگی کو چھوڑ دیا فحشا و فساد کو عام کردیا ہے اور خدا کے حدود کو معطل کردیا ہے انہوں نے بیت المال خرچ کرنے میں اپنے ہاتھ لمبے کرلئے ہیں حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام بنادیا ہے یہ اس حال میں ہے جب کہ میں دوسروں سے خلافت و حکومت کا زیادہ مستحق ہوں البتہ بیعت کے سلسلے میں تم لوگوں کے خطوط اور پیغام مجھے ملے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عہد و پیمان کے بموجب تم لوگ مجھے دشمن کے حوالے اور ذلیل نہیں کرو گے اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہے تو فائدہ اٹھاؤ گے اور کمال کو پہنچو گے اور جان لو! کہ میں رسول خداؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ اور علی مرتضیٰؑ کا فرزند ہوں۔ میری جان تم سب کے ساتھ آمیختہ ہے اور میرا خاندان تمہارے خاندان کے ساتھ ہے لہذا تمہارے لئے سزاوار ہے کہ میری سیرت کو نمونہ بنالو، اور اگر تم اپنے عہد و پیمان پر قائم نہ رہے اور میری بیعت کو توڑ دیا، تو خدا کی قسم! یہ امر تم سے کوئی بعید بھی نہیں ہے بیشک تم نے مجھ سے پہلے

میرے باپ، میرے بھائی اور میرے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل
کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے مغرور وہ شخص ہے جو تم سے دھوکہ کھائے
تم نے اپنے آپ کو اپنے حصہ و نصیب سے محروم کرلیا اور اسے ضائع
و برباد کردیا ہے اور جان لو! جو شخص عہد و پیمان توڑ دے گویا اس
نے اپنا ہی نقصان کیا اور بہت جلد خداوند عالم اپنے دین کو تم سے
بے نیاز بنادیگا۔

مذکورہ باتیں امام حسینؑ کے عظیم افکار کے وہ معمولی نمونے ہیں جن میں اسلامی تفکر کے پھوٹتے ہوئے چشموں کی تصویر کشی ہے جو شخص اس سلسلے میں مزید اطلاع حاصل کرنا چاہے وہ حضرت کی پاکیزہ و معطر سیرت کا مطالعہ کرے کیونکہ آپؑ کی سیرت آپ کی بلند نظری، وسعت خیال اور ایمان کے استحکام پر خود بہترین گواہ ہے[۲۶]۔

دوسرا باب

اسلام کی بقا میں امامؑ کا کردار

مقدمہ

امام حسنؑ کی صلح کے بعد کے واقعات

انقلاب اور قیام کیوں؟

انقلاب کا طوفان

کوفہ والوں کی عہد شکنی

عراق کی جانب سفر

مقدمہ

اگر کوئی شخص امام حسینؑ کی مثالی زندگی پر غور کرے تو وہ اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کہ آپ کی حیات کا بچپن اور جوانی دونوں ہی امت اسلامیہ کے لئے زندگی ساز رہے ہیں ابھی امام حسینؑ کا بچپن ہی تھا کہ آپ اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی پیشرفت میں شریک ہوگئے تھے حضرت علیؑ کے زمانے میں آپ نے جنگ جمل، صفین اور نہروان میں بہت اہم کردار ادا کیا اور اپنے پدر بزرگوار، بھائی اور پیغمبر اکرمؐ کے دوسرے مخلص اصحاب اور تابعین کے ساتھ جنگ و جہاد میں مصروف رہے۔ اپنے بھائی امام حسنؑ کی امامت کے زمانے میں آپ ایک اطاعت گذار سپاہی کے مانند فرمانبردار تھے اپنے بھائی کے ہم خیال اور ہم نظر تھے ان کے نقش قدم پر چلتے تھے اور ان کی امامت کے زمانے کے تمام واقعات، صلح کے معاہدے اور اس کے تمام شرائط و اثرات کے ساتھ مکمل طور پر متفق تھے اس کے بعد آپ اپنے بھائی اور خاندان کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے تاکہ وہاں اپنے دینی مشن کو قوت بہم پہنچائیں اور تحریفات کے تباہ کن حملوں سے دین کو محفوظ رکھ سکیں ہم امام حسنؑ کی زندگی میں آپ کی اہم مذہبی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ آپ کی زندگی

شرعی ذمہ داریوں کی وضاحت ، فکری و اخلاقی تربیت، لوگوں کی روش کی شناخت میں محدود ہو گئی تھی۔

امام حسنؑ کی رحلت کے بعد امام حسینؑ نے ایک نئے مرحلے میں قدم رکھا ان اختلافات اور نئے حالات کے پیش نظر جو امت میں پیدا ہو گئے تھے نیز یہ دیکھتے ہوئے کہ ہر امامؑ اپنے عہد کی اجتماعی ، فکری اور سیاسی صورتحال کے مطابق اپنی ذمہ داری کو نبھاتا ہے امام حسنؑ کی رحلت کے بعد امام حسینؑ نے اسلام کے اندر ایک نئی روح پھونکی۔ امت کی شرعی امامت کا منصب منشاء الہیٰ کے مطابق آپ تک کیسے منتقل ہوا احادیث رسول اکرمؐ اس کی تصریح کرتی ہیں ان میں سے بعض روایتیں مندرجہ ذیل ہیں:-

جابر بن سمرۃ نے ایک حدیث میں بیان کیا ہے کہ :میں اپنے باپ کے ہمراہ پیغمبراکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضرتؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

" انّ ھذاالامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنی عشر خلیفۃ "

بیشک یہ امر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک امت کے درمیان بارہ افراد میرے جانشین ہوں۔

پھر آہستہ سے ایک بات میرے باپ سے کہی کچھ عرصہ کے بعد میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ رسول اکرمؐ نے چپکے سے آپ سے کیا کہا تھا۔ میرے باپ نے کہا حضرت نے فرمایا تھا: " کلھم من قریش "[۲۷] وہ سب قریش سے ہونگے۔

عبایۃ بن ربعی نے جابر سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ: رسول اکرمؐ نے فرمایا:

" انا سید النبیین و علی سید الوصیین و ان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولھم علی و آخرھم القائم المھدی عج "

بیشک میں انبیاء کا اور علی اوصیاء کے سردار ہیں اور بلا شبہ میرے بعد میرے بارہ جانشین ہیں ان میں سے پہلے علیؑ اور آخری مہدی قائم ہیں.

سلمان فارسی سے منقول ہے کہ: میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا. میں نے دیکھا کہ آپ نے امام حسینؑ کو اپنے زانو پر بٹھا رکھا ہے اور ان کے رخساروں کے بوسے لیتے ہیں ان کا منہ چومتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"انت سیّد ابن سیّد اخو سیّد، و انت امام ابن امام اخو امام ، و انت حجۃ ابن حجج تسعۃ ، تاسعھم قائمھم المھدی "

تم سیّد ہو سیّد کے فرزند ہو سیّد کے بھائی ہو تم امام ہو ، امام کے فرزند ہو اور امام کے بھائی ہو ، تم حجت ہو ، حجت کے فرزند ہو اور نو حجتوں کے باپ ہو اور انکا نواں قائم حضرت مہدی ہیں.

ان کے علاوہ اس موضوع پر بہت سی واضح و روشن حدیثیں موجود ہیں جن میں بعض میں رسول اکرمؐ نے ان کے ناموں کی صراحت کی ہے اور بعض میں اشارے فرمائے ہیں کہ میرے جانشین بارہ ہیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے

کہ منصب امامت امام حسینؑ کی طرف منتقل ہونے کے بعد آپ نے اسلامی سماج میں عملی اور فکری لحاظ سے خاص سماجی تقاضوں کی بنیاد پر ہدایت فرمائی جو امت کو اسوقت درپیش تھے اور اس حقیقت پر ہم آئندہ صفحات میں بھی روشنی ڈالیں گے۔

صلح حسنؑ کے بعد کے واقعات

امام حسنؑ کے صلحنامہ پر دستخط کرنے کے بعد معاویہ کوفہ میں داخل ہوا اس نے اپنی فوج کو اس شہر کے ارد گرد تعینات کردیا اور کوفہ کے لوگوں سے یوں خطاب کیا:

> اے کوفہ والو! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں نے تم سے نماز، زکوۃ اور حج کیلئے لڑائی کی ہے؟ البتہ میں جانتا تھا اور جانتا ہوں کہ تم نمازی ہو زکوٰۃ ادا کرتے ہو اور حج بجالاتے ہو میری لڑائی تم سے صرف اس بات پر تھی کہ میں تم پر حکومت کروں اور خدا نے تمہاری خواہش کے برخلاف میری آرزو کو پورا کیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو مال اور خون اس راستے میں دیا گیا ہے وہ سب ضائع ہوا اور جو شرط بھی میں نے اس سلسلے میں قبول کی ہے اس کو میں اپنے دونوں پیروں تلے رکھتا ہوں[۲۸]۔

معاویہ کی یہ سخت اور تند باتیں اس بات غماز تھیں کہ وہ امام حسنؑ کے ساتھ ہوئی صلح اور اس کی شرطوں کو سرے سے کالعدم قرار دے رہا ہے

بالخصوص اس کی یہ بات کہ "میں ہر شرط کو اپنے پیروں تلے رکھتا ہوں" معاویہ کے اس تسلط کو ابھی کچھ ہی دن گذرے تھے کہ اس نے صلح نامہ کی تمام شرطوں کے بر عکس عمل کرنا شروع کردیا اور ان تمام جہات میں اس کا معاندانہ اور ناروا سلسلہ شروع ہوگیا جنہیں ہم مختصر طور پر ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

۱۔ معاویہ نے اپنے تمام مخالفین خصوصاً حضرت علیؑ، ان کی اولاد اور ان کے اصحاب پر رعب و وحشت اور قتل کے ذریعہ دباؤ قائم کیا اور رعب و وحشت اور قتل کے ذریعہ ہر آزاد انسان کی آواز کو جسمانی اور روحی شکنجوں اور ہر غیر انسانی عمل کے ذریعہ خاموش کردیا میرا محترم قاری معاویہ کی اس تباہ کن سیاست کے درد ناک پہلوؤں کی تہہ تک پہنچ جائیگا جب وہ معاویہ کے اس خط کی اصل عبارت سے آگاہ ہوگا جس میں اس نے اپنے ایک فوجی کمانڈر کو ہدایت کرتے ہوئے لکھا ہے: ((جو شخص بھی اپنے عقائد و نظریات میں تمہارے جیسا نہیں ہے اس کو نابود کردو، جس دیہات سے تمہارا گذر ہو اس کو تباہ و ویران کردو اور اس کے اموال کو ضبط کرلو، کیونکہ اموال کا ضبط کرنا بھی ان کے قتل و نابود کرنے کے برابر ہے بلکہ یہ کام اس سے بھی کہیں زیادہ دل آزار ہے[۲۹]۔

بنی امیہ کے جبر و استبداد کی روش اور ان کی گمراہ کن طبیعت مذکورہ عبارت سے واضح ہوجاتی ہے جس کا آغاز حضرت علیؑ کے زمانے ہی ہوچکا تھا اور صلحنامہ پر دستخط ہونے کے بعد اس نے مزید سخت اور خطرناک رخ اختیار کرلیا جس میں بے گناہ لوگوں کا خون بہانا اور مخالفین کا قلع و قمع کرنا شامل ہے

چاہے وہ کسی بھی مکتب سے تعلق رکھتے ہوں اور سب سے بڑھ کر حضرت علیؑ کے اہل خاندان اور ان کے ماننے والوں کو بے باکی اور سفاکی کے ساتھ قتل کرنا اور ان کا خون بہانا شامل ہے۔ معاویہ نے اس سلسلے میں تمام شہروں کے حکام کو لکھا کہ: "دیکھو جس شخص کے خلاف یہ گواہی مل جائے کہ وہ علیؑ اور ان کے خاندان کا دوستدار ہے اس کا نام بیت المال کی فہرست سے کاٹ کر دو اور اس کے وظیفہ اور دیگر سہولتیں بند کردو"[۳۰]۔

معاویہ کی ایک اور تحریر میں یوں آیا ہے کہ جس پر بھی علی اور انکے خاندان کی دوستی کا الزام ہو اس کو گرفتار کر لو اور اس کے گھر کو گرادو[۳۱]۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے اس دائمی درد و رنج کی ایک مختصر عبارت میں یوں تصویر کشی کی ہے:

"... فقتلت شیعتنا بکلّ بلدة، و قطعت الایدی والارجل علی الظنة و کل من یذکر بحبنا و الانقطاع الینا سجن او نهب ماله او هدّمت داره ثم لم یزل البلاء یشتدّ و یزداد الی زمان عبید الله بن زیاد قاتل الحسین"[۳۲]۔

پس ہمارے شیعہ ہر جگہ قتل کئے جاتے تھے ان کے ہاتھ پاؤں ظن و گمان کی بنا پر کاٹ دیئے جاتے تھے جو شخص ہماری محبت و دوستی میں متہم ہو جاتا اس کو قید کر دیا جاتا یا اس کا مال لوٹ لیا جاتا یا اس کا گھر گرا دیا جاتا تھا۔ یہ مصیبت اور بلا پیہم سخت سے سخت تر ہوتی

گئی اور زیادتیوں کا سلسلہ عبید اللہ بن زیاد کے زمانے تک پہنچا جو قاتل امام حسینؑ تھا۔

اس سخت اور خونریز سیاست کی لپیٹ میں سب سے پہلے پیغمبر اکرمؐ کے بہترین اصحاب جیسے حجر بن عدی اور ان کے باوفا ساتھی، رشید ہجری، عمرو بن حمق حزاعی اور اوفیٰ بن حصن نظر آتے ہیں ان کے علاوہ بہت سے اور اصحاب ہیں جو اس قربانی کی بھینٹ چڑھے ہیں جو شخص معاویہ کے متعلق اس سلسلے یں مزید اطلاع حاصل کرنا چاہتا ہے وہ تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید... کی طرف رجوع کرے۔

۲۔ لوگوں کے دلوں اور ارادوں کو خریدنے کیلئے بیشمار مال و دولت خرچ کرنا تاکہ ان کی اسلامی حیثیت کو ختم کرکے انھیں بنی امیہ کی گمراہ کن اس سیاست کے سامنے سر جھکانے اور تسلیم ہوجانے پر مجبور کیا جائے اور بنی امیہ کے مذموم مقاصد کی تکمیل کیلئے عوام کے دو گروہوں کا خریدنا ایک قطعی اور مسلم امر تھا۔

الف۔ ان میں بعض وہ خطیب اور محدثین ہیں جنہوں نے معاویہ سے اجرت لے کر حدیثیں گڑھنے اور رسول اکرمؐ پر تہمت و افترا باندھنے اور حضرت علیؑ، اہلبیت پیغمبرؐ سے انتقام لینے کی غرض سے بڑا ہی ذلت آمیز اور رسوا کن کردار ادا کیا۔

ب۔ وہ مشہور و معروف افراد جن سے اموی حکومت کو ہنگامہ آرائی اور

بغاوت کا خوف تھا ان کے لئے بھی معاویہ اور اس کے سیاسی ساتھیوں نے مذکورہ روش کو اختیار کیا آخر کار یہ مسئلہ بنی امیہ کی سیاست کے تمام مراحل میں ایک بنیادی حیثیت کا حامل بن گیا اور اس مدعا کے ثبوت کیلئے اس سے بہتر گواہی اور کیا ہو سکتی ہے کہ: معاویہ نے ایک لاکھ درہم "مالک بن ہبیرہ سکونی" کیلئے بھیجے اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب سکونی نے حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کی معاویہ کے ہاتھوں شہادت کی خبر سنی تو اس نے معاویہ کی مذمت اور سرزنش کی اور س سے انتقام لینے کا عزم کیا لیکن معاویہ نے ایک لاکھ درہم دیکر اس کو ٹھنڈا کر دیا سکونی کو اپنی اندرونی بے چینی اور غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی قیمت مل گئی اور وہ ظلم و جور اور فساد و فحشا کے خلاف آواز اٹھانے سے مکر ہو گیا۔

۳۔ اقتصادی مشکلات اور فقر و فاقے کی سختی، اس روش نے امت اسلامیہ کے ہر فرد پر ذلت آمیز منفی اثرات مرتب کئے اور انہیں فقر و فاقہ کی کثرت نے اموی حکومت کے حق میں تسلیم ہونے پر مجبور کر دیا تھا البتہ مذکورہ سیاست کے پیش نظر مخالف قوتیں اپنی روز مرہ کی ضرورتوں کو پورا کرانے کیلئے ہمیشہ اور دائمی لڑائی پر مجبور ہو سکتی تھیں؟ لیکن اس کا جواب یوں ہے کہ معاویہ نے شیعیان اہلبیتؑ کیلئے اقتصادی مشکلات پیدا کرنے میں سخت ترین اور بدترین طریقے اختیار کئے اور یہ حقیقت تاریخ کے صفحات میں جابجا موجود ہے اس سلسلے میں معاویہ کا وہ حکم نامہ بھی موجود ہے جو اس نے اپنی خلافت کے تمام عہدہ داروں کو لکھا تھا "... دیکھو! جس شخص کے خلاف بھی کوئی گواہی مل

جائے کہ وہ علیؑ اور ان کے خاندان کا دوستدار ہے اس کا نام بیت المال کی فہرست سے ختم کردو اور اس کے وظیفہ اور دوسری سہولتوں کو بند کردو"۔

قارئین محترم خود اس سیاست کے بھیانک اثرات کا اندازہ لگائیں۔ وہ سیاست جس میں ظلم و استبداد اور دباؤ وسیع پیمانے پر موجود ہے، اور جو اموی حکومت کے کلی اصولوں کا جزو بن گئی ہو، وہ سیاست جو عوام کے جان و مال کو ویران کرنے اور انھیں فساد میں آلودہ کرنے میں مشغول ہو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ اور یہ کوئی معمولی وقتی اور سادہ مسئلہ نہیں تھا بلکہ معاویہ نے اس کو اپنی بیس سال کی حکومت (۴۱ھ سے ۶۰ھ) کے دوران اسے اچھی طرح آزمایا تھا۔

۴۔ ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنا، ان کے مختلف طبقوں اور گروہوں کے درمیان علاقائی، قومی اور نسلی جذبات کو ہوا دینا تاکہ یہ قوم جزئی مسائل میں الجھی رہے اور بنی امیہ کی ظالم حکومت کے ساتھ اپنے اصلی تضاد کو بھول جائے اس سلسلے میں معاویہ نے عرب قبیلوں کے درمیان ان کی پرانی عداوتوں کو ہوا دی اور پرانے فتنوں کو دوبارہ زندہ کیا اور ان کو اپنے جزوی اور ذاتی اختلافات میں سرگرم کردیا اس نے یمن اور مدینہ کے دو قبیلوں "قیس" اور "مضر" کے درمیان اختلاف پیدا کیا اور اسی طرح عراق کے مختلف قبیلوں کے درمیان اس سے اختلاف ڈالا!! عرب کی نسلی برتری کی حس کو غیر عرب مسلمانوں کے خلاف بڑھکایا جو تاریخ میں موالی کے نام سے معروف ہیں اس

احمقانہ اور عہد جاہلی کی سیاست کے اثرات و نتائج کو ہر شخص، مسکین دارمی، فرزدق، جریر، اخطل اور دوسرے شعراء کے اشعار میں آسانی کے ساتھ واضح طور پر دیکھ سکتا ہے(۳۲).

۵۔ پیغمبر اکرمؐ کے بڑے نواسے حضرت امام حسنؑ کو شہید کرانا جو عالم اسلام میں شرعی و قانونی نمائندے کی حیثیت رکھتے تھے۔

۶۔ معاویہ نے تلواروں کے سائے میں، لوگوں کو خوفزدہ کر کے اور لالچ دیکر اپنے بیٹے یزید کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھا اور یہ عمل صلح امام حسنؑ کے بالکل خلاف تھا کیونکہ اس کے مطابق معاویہ کے مرنے کے بعد اسلامی خلافت امام حسنؑ کو ملتی تھی حتی یہ بھی طے ہوگیا تھا کہ اگر امام حسنؑ پہلے رحلت کر جائیں تو منصب خلافت کے عہدیدار امام حسینؑ ہونگے اور وہی مسلمانوں کے ولی امر ہونگے

معاویہ نے اپنے اس ذلیل اقدام سے اپنے طریقۂ کار کو مکمل کیا اور امام حسنؑ کے ساتھ ہوئے معاہدے کی تمام شرطوں کو توڑ دیا اس طرح اسلامی حکومت کے حدود، مفہوم و معنیٰ میں دوبارہ خیانت کا مرتکب ہوا اور اس نے موروثی حکومت کو جو ڈکٹیٹری کی بنیاد پر استوار تھی اور جس پر ظلم و استبداد کی مہر لگی ہوئی تھی عالم اسلام میں داخل کر دیا معاویہ کے اس عمل نے حکومت اسلامی اور ملت اسلامیہ کو اپنی حیات میں بدترین مشکل سے دوچار کر دیا کیونکہ اس نے خلافت کی روش کو ایسے حالات میں تبدیل کر دیا جو صحیح اسلامی اصولوں کے

بالکل خلاف تھی اس گمراہی و کجروی کی حقیقت جو اموی سیاست کے طریقۂ کار کی بنیاد تھی اور معاویہ نے خود کو بھی اس کی رعایت کا پابند بنا لیا تھا آخر کار اس کی چال سے عیاں ہوگئی اور وہ یہ کہ اس نے اپنے مرنے سے پہلے موروثی حکومت کو اپنے بیٹے یزید کے حوالے کردیا در اصل معاویہ نے اپنے اس خوفناک کام سے موروثی حکومت کی عمارت کو تکمیل تک پہنچادیا جس کا سنگ بنیاد ابو سفیان نے رکھا تھا.

کسی شک و شبہ کے بغیر امت اسلامیہ کی رہبری کا یزید کی طرف منتقل ہونا اور اس کا آئندہ کے طریقہ کار کو معین کرنا اور اسے آگے بڑھانا عملی طور پر اسلام کے وجود کو ختم کردینے اور وحی الہیٰ کو نہ ماننے اور ایک نئے لباس میں جاہلیت کے پلٹ آنے کے برابر تھا کیونکہ یزید پلید اپنی خواہشات سے مغلوب تھا جیسا کہ تاریخی منابع و حوالے اس پر گواہ ہیں اس کی پراکندہ فکری، جذبات و احساسات سب مکمل طور پر اس کے جنسی و سفلی غرائز سے تعلق رکھتے تھے یہ واقعیت انسان کو اس حقیقت کا معترف بنا دیتی ہے کہ یزید کے پاس معمولی سی طاقت بھی اسلام کی حفاظت و پاسداری کیلئے موجود نہ تھی وہ دین جس نے اپنے اعلیٰ ترین اور بلند و بالا مقاصد کے ساتھ ایسے بہترین ڈھانچے کو انسان کی ترقی کیلئے ایک فرد یا سماج کی ایک فرد کی حیثیت سے پیش کیا اور جاہلیت کے اصولوں سے اس کا کہیں کوئی ربط و ضبط نہیں.

جب یزید ایسی تربیتی فضا سے بے خبر ہے جس کو اسلام نے اپنے فرزندوں

کیلئے مقرر کیا ہے تو اسلام کی نابودی کیلئے اس کا کوئی اقدام حیرت انگیز نہیں ہے؛ بالخصوص جب تاریخ اسلام سے اس کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کا بیٹا یزید شام کے مسلمانوں کے درمیان اسلام کے خلاف سو فیصدی عمل کرتا تھا، شراب، زنا، جھوٹ، قتل و غارتگری، دوشیزاؤں اور گانے والوں سے ہمنشینی کتوں کے ساتھ کھیل کود اور اس قسم کی دوسری بری عادتیں اس کا مشغلہ تھیں.... اس کی بے شرمی و بے حیائی کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ اپنے کتوں کے پنجوں میں سونے کا دست بند باندھا کرتا تھا[۴۴] ان حالات میں امت اسلامیہ اپنی حیات کی ایک ایسی ڈگر پر پہنچ گئی جہاں اس نے خود کو ایک دوراہے پر پایا، اب یا تو وہ موجودہ صورتحال کے خلاف نبرد آزما ہوجائے اور کسی بھی قیمت پر سر تسلیم خم نہ کرے اور یا تسلیم ہوجائے اور قبول کرلے اور اس کے عوض اپنے دین اور اس کی سربلندی و سرافرازی عزت و سعادت سے سب کچھ قربان کردے، مصلحت کا تقاضا کیا تھا؟....

انقلاب اور قیام کیوں؟

امام حسینؑ کی حیات پر غور کرنے سے اور ان واقعات و حالات کا مطالعہ کرنے سے جو آپ کو پیش آئے یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ امام حسینؑ کو بنی امیہ کے ظالم و جابر حکمران کے خلاف جنگ میں کوئی مادی قدرت فراہم نہ تھی حتی کہ آپؑ نے ان لوگوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور کوفہ آنے کی دعوت دی تھی آپ نے اپنے عظیم انقلاب کا اعلان کوفہ والوں کے

خطوط و پیغامات سے پہلے ہی کر دیا تھا۔

امام حسینؑ کا سب سے پہلا انقلابی بیان مدینۂ منورہ میں سامنے آیا جب کہ کوفہ والوں کے محبت پر مبنی خطوط اور دعوت نامے آپ کو مکہ میں ملے اور اسوقت آپؑ اپنے عظیم انقلاب اور مبارک سفر کا آغاز کر چکے تھے سرزمین حجاز نے بھی جذباتی پہلو سے قطع نظر آپ کی کوئی مناسب عملی حمایت نہیں کی یہاں تک کہ امام حسینؑ نے محسوس کیا کہ مکہ بھی آپ کو اموی حکومت کے غلط منصوبوں سے امان دینے پر قادر نہیں ہے۔ لہذا آپ نے عراق کا سفر اختیار کیا تا کہ اولاد رسولؐ کا خون حرم الٰہیٰ میں گرنے نہ پائے اگر چہ آپؑ اپنی موت کو دیکھ رہے تھے اس کے باوجود آپؑ اپنے انقلاب اور حکومت کے خلاف مخالفت پر زور دیتے تھے اور اپنے اس سفر کو ایک فیصلہ کن مرحلے تک پہنچانا چاہتے تھے آپؑ کے اس اصرار کا مقصد کیا تھا؟ بلکہ یوں کہنا چاہیۓ کہ آپؑ اپنے اس عظیم انقلاب اور خونین تحریک کے ذریعہ کون سا مقصد حاصل کرنا چاہتے تھے ؟ اس عمیق گہرے اور پر معنی سوال کا جواب دینے کیلئے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل حقائق پر سیر حاصل نظر ڈالیں۔

ا۔ یزید بن معاویہ کا امت کے امور کو سنبھالنا جبکہ وہ ایک بدکردار اور منحرف جوان تھا جو قوم کے مستقبل کیلئے ایک عظیم خطرہ تھا بالخصوص اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ یزید ایک جاہل اور بے شعور انسان تھا اور اسلامی تعلیم و تربیت سے بالکل عاری تھا اس نے ایک ایسے خاندان میں نشوونما

پائی تھی جس پر خورشید اسلام کی روشن کرنیں کبھی نہیں پڑیں لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر یزید کے شراب پینے، جوا کھیلنے اور اس کی دوسری بری عادتوں کے سلسلہ میں جو روح اسلام کے بالکل منافی تھیں تاریخی شواہد موجود ہیں (۳۵)۔

یزید نہ صرف ایک ذلیل اور بے عقل انسان تھا بلکہ اس کی عدم صلاحیت سے قطع نظر اس کے پاس امت کی رہبری جیسے عظیم امر کیلئے لازمی اور عملی تجربہ نہیں تھا لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے امور کا حاکم و سرپرست بن گیا تھا!! اس مسئلہ نے اسلام ناب محمدیؐ کے اصلی اور بنیادی اصولوں سے مختلف قسم کے خرافات اور گمراہیوں کو دور کرنے کیلئے ایک بہترین موقع فراہم کردیا تھا اسلام کے مخلص اور وفادار لوگوں نے بھی اس موقع سے بلکہ اس بے شعور، ذلیل و ناتواں حکمراں کی کمزوریوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اس کے علاوہ امت اسلامیہ کے اکثر لوگ سمجھ گئے تھے اور وہ جو روح اسلام کے خلاف اس کے عمل پر شدت کے ساتھ اعتراض کرتے تھے وہ حقیقت جس نے حقیقی اسلام کی تحریف کے مخالفین کیلئے بہتر موقع فراہم کیا اور قوم کے ہر فرد کو بیدار کرنے اور اسلام کی بلند و بالا مصلحت کی خاطر وسیع پیمانے پر تحریک چلانے کیلئے ایک نیا موقع فراہم کیا اور مسلحانہ جہاد کو اعلیٰ ترین سطح پر ممکن بنادیا۔

یہ امام حسینؑ ہیں جو اموی فوج کے کمانڈر حرؔ بن یزید ریاحی سے عراق کی سرزمین پر ملاقات کے دوران ایک تقریر میں بنی امیہ کی گمراہی کے اہم ترین

اور حساس ترین نکتوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایها الناس: ان رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم قال، من رایٰ سلطاناً جائراً مستحلاً لحرام الله، ناکثاً عهده، مخالفاً لسنة رسول الله، یعمل فی عباد الله بالاثم و العدوان، فلم یغیّرما علیه بفعل و لا قول، کان حقاً علی الله ان یدخله مدخله، الا! و ان هولاء قد لزموا طاعة الشیطان و ترکوا طاعة الرحمان و اظهروا الفساد و عطّلوا الحدود و استاثروا بالفیی و احلّوا حرام الله و حرّموا حلاله....

اے لوگو! بیشک رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے "جو شخص کسی ایسے ظالم و ستمگر حاکم کو دیکھے جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو خدا کے عہد کو توڑتا ہو، پیغمبر اکرمؐ کی سنت کی مخالفت کرتا ہو، اور خدا کے بندوں کے درمیان عداوت کی بنیاد پر گناہ کو رواج دیتا ہو ایسے شخص کے خلاف اگر کوئی اپنے قول اور فعل کے ذریعہ قیام نہ کرے تو خدا کیلئے سزاوار ہے کہ وہ اس کو مناسب جگہ پر پہنچادے" آگاہ ہوجاؤ! کہ اس جماعت (یزید اور اس کے حامیوں) نے شیطان کی اطاعت کو قبول کرلیا ہے اور خدا کی عبادت کو ترک کردیا ہے فساد و فحشاء کو عام کردیا اور الہی حدود کو معطل کردیا ہے بیت المال کی طرف اپنے ہاتھ بڑھالئے ہیں حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال بنادیا ہے...

امام حسینؑ نے اپنی اس واضح تقریر کے ذریعہ حکومت بنی امیہ کی ماہیت و حقیقت کو عیاں کردیا جذبات کو ابھارا حوصلہ بڑھایا اور قوم کے ذہن میں اس پورے واقعہ کے متعلق جو بے خبری اور جہالت تھی اس کو دور کردیا اور بنی امیہ کی ظالم حکومت کے سامنے ہر طرح کی تسلیم اور سر جھکانے کو مردود قرار دیا۔

۲)۔ ایک مجموعہ کے اعتبار سے پوری قوم کی عام فکری سطح اس مطلوب سطح سے کہیں نیچے تھی جو انحراف اور گمراہی کے حملوں سے مقابلہ کر سکتی سماج کی یہ بیمار حالت دراصل آرام طلبی اور راحت و آسائش، خود خواہی اور آخر کار اجتماعی آزادی کیلئے جہاد سے سرکشی اور دوری کی وجہ سے ایک درد ناک شکل اختیار کر گئی تھی اور اس خطرناک صورتحال کا منظر، سماج کے اونچی سطح کے رہبروں کے پاس بے تحاشہ ثروت و دولت کی شکل نظر آتا تھا[۳۶]۔

اگر چہ امت کی مشہور شخصیتیں مال و دولت جمع کرنے اور زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے میں مصروف تھیں قوم کے مختلف طبقوں کا رحجان بھی اس بری عادت کی طرف پیدا ہوگیا تھا اور جنگ و جہاد کی جگہ آرام طلبی اور راحت و آسائش نے لے لی تھی۔ جنگ و جہاد جو انسان کو ہر قسم کی سختی اور رنج برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے اس کی جگہ اب لوگ آرام و راحت و آسائش کا نغمہ گاتے تھے اس وقت یہ ایک درد ناک صورتحال تھی جس کی جڑیں کم از کم پچیس سال تک پھیلی ہوئی تھی اور اس

مدت میں دشمن کے مفاد پرست اور منفعت طلب مبلغین اپنے مقصد میں کامیاب ہوچکے تھے اور انہوں نے امت کے تمام حساس ترین مراکز پر اپنے اثرات جمالئے تھے۔

اس میں کوئی تعجب نہیں اگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے اپنے عظیم انقلاب کا اعلان کیا تو اس وقت امت اسلامیہ کے چیدہ چیدہ لوگوں نے بڑی دلسوزی کا اظہار کیا تھااور آپ کو نصیحت کرتے اوراموی حکومت کے ساتھ مقابلہ کرنے سے روکتے تھے کہ کہیں آپ اس غیر مساوی جنگ میں شہید نہ ہوجائیں جب کہ وہ لوگ بنی امیہ کے انحراف و گمراہی سے مکمل طور پر آگاہ تھے اور وہ اس بات کو بھی جانتے تھے کہ امام حسینؑ خلافت کے زیادہ حقدار و سزاوار ہیں اور موجودہ بحرانی صورت کا آپ ہی مقابلہ کرسکتے ہیں۔

"عمر الاطراف" نے امام حسینؑ سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا: ابو محمد حسنؑ بن علیؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امیر المؤمنینؑ نے میرے لئے حدیث نقل کی ہے کہ: یقیناً حسینؑ تم کو قتل کیا جائیگا لہذا تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ (یزید کی) بیعت کرلو۔ عبد اللہ بن عمر بن خطاب نے بھی آپ کو بنی امیہ کے ساتھ مقابلہ کرنے سے منع کیا.... عبد اللہ بن زبیر نے بھی اسی بات پر تاکید کی ان کے علاوہ آپ کے خاندان کے بھی کچھ لوگوں نے اسی مطلب پر تاکید کرتے تھے۔

جو کچھ بیان ہوا اس سے مسلمانوں کے قد آور شخصیتوں کی جہاد سے بے

حسی و پژمردگی اور غفلت مکمل طور سے ظاہر ہوتی ہے یہی نہیں لوگوں کی کثیر تعداد اس منفی خیالات کی حامی نظر آتی تھی مثال کے طور پر، کوفہ والے جنھوں نے آپ کے ساتھ عہد کیا تھا اور اس کا انھوں نے اپنے مسلسل خطوط میں اظہار بھی کیا تھا کہ جب آپ کوفہ آئیں گے تو ہم آپ کی مدد و حمایت کریں گے لیکن کوفہ والے ابن زیاد کے گماشتہ بد معاشوں کے قتل عام اور غارتگری کے مقابلے میں اپنا عہد و پیمان بھول گئے اور انھوں نے آپ کو اپنے حال پر چھوڑدیا البتہ ابن زیاد کے فریب اور وعدوں کو بھی اس کی غارتگری اور قتل عام کے ہمراہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

شاید خداوند عالم کے حضور اور دین اسلام سے متعلق اپنی عظیم ذمہ داری کے متعلق عوام کے ایک بڑے طبقے میں شعور اور آگاہی نہ ہونے کے سلسلے میں بہترین تعریف فرزدق شاعر کا وہ جملہ ہے جو اس نے امام حسینؑ کے جواب میں بیان کیا تھا جس وقت امام حسینؑ نے اس سے عراق کے حالات کے بارے میں پوچھا۔ تو فرزدق نے یوں کہا کہ: "ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں..." تلوار اور دل کا آپسی تقابل اجتماعی نفاق کے واضح و آشکار ہونے کی علامت ہے جو بنی امیہ کی تخریبی سیاست کا نتیجہ تھا جس نے قوم کے دل و روح کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا اور اس کو سماجی نفاق میں مبتلا کردیا تھا اور جو امام حسن بن علیؑ کی بیعت توڑنے کا بنیادی عامل بن گیا تھا البتہ یہ تمام اسباب عاشورا کے مبارک انقلاب کے اعلان کی دلیل ہیں تا کہ وہ

مردہ دل جو اس دنیا کی حقیر زندگی کے حریص ہو گئے تھے بیدار ہو جائیں امام حسینؑ قطعی طور پر اس بات کی تہہ تک پہنچ گئے تھے کہ وہ ذلت و رسوائی جو اس وقت امت کے گریبان گیر تھی اس کی امت کے پاس کوئی شرعی توجیہ نہیں تھی بلکہ شرع مقدس نے پہلے ہی ایسے مفاہیم و تصورات کو پیش کر کے اپنا اتباع کرنے والوں کو ایسی تلخ واقعیت سے دور رہنے پر زور دیا جس میں عدالت و ہدایت کا آفتاب چھپ جاتا تھا اور قطعی طور پر عمل کی باگڈور اپنے ہاتھ میں رکھی وہ ناگوار حقیقت جس کا مقصد دنیاوی زندگی تک محدود اور جس مقدر حرص و طمع اور جسکے طلبگاروں کی آرزو حیوانی لذتوں کے سامنے تسلیم ہو جانا رہ گیا تھا یہ وہ بے نقاب حقائق ہیں جن کا بیان شرع مقدس نے قرآن کریم میں متعدد جگہ کیا ہے کبھی انسان دنیاوی زندگی کے سامنے یوں تسلیم ہو جاتا ہے کہ اس کی روح دین پر قربان ہونے کیلئے آمادہ نہیں ہوتی .قرآن اس کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل الا تنفروا یعذبکم عذاباً الیماً و یستبدل قوماً غیرکم و لا تضروہ شیئاً واللہ علی کل شئی قدیر. (توبہ ۳۹۔۳۸)

اے ایمان والو! جب تم کو راہ خدا میں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو اسوقت تم کیوں زمین کے ساتھ دل بستہ ہو جاتے ہو کیا تم آخرت

کی دائمی زندگی کے بدلے دنیا کی حقیر زندگی پر راضی ہوگئے ہو ؟
متاع دنیا اخروی زندگی کے سامنے بہت کم اور ناچیز ہے اور اگر تم
نے راہ خدا میں جہاد نہ کیا تو خداوند عالم تم کو دردناک عذاب میں مبتلا کریگا اور
تمہاری جگہ دوسری قوم کو جہاد کیلئے پیدا کردیگا تم خدا کو کوئی نقصان
نہیں پہنچاسکتے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

کبھی قرآن کریم انسان کو ستمگروں کے سامنے سر خم کرنے سے منع کرتے
ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"
ظالموں کے ظلم کے سامنے سر خم نہ کرو ورنہ جہنم میں جاؤ گے۔

کبھی دین اسلام بلند آواز کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ مؤمنین نے خدا کی
محبت کے طوق اپنی گردن میں ڈال رکھے ہیں اور دین کے حق میں ہر اقدام
کیلئے آمادہ ہیں اور ہر لحہ دین پر اپنی قربانی پیش کرنے اور اس کے دفاع کیلئے
اپنی پوری طاقت کے ساتھ آمادہ رہتے ہیں قرآن مجید کا ارشاد یوں ہے:

" ان الله اشتریٰ من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم جنة
یقاتلون فی سبیل الله فیقتلون و یقتلون وعداً حقاً..." (توبہ / ۱۱۱)۔

خداوند عالم نے ایمان والوں کی جان و مال کو بہشت کے عوض خرید
لیا ہے کیونکہ وہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں وہ دین کے دشمنوں کو
قتل کرتے ہیں یا خود قتل ہوجاتے ہیں اور اس کا یہ وعدہ حتمی اور

حق ہے۔

دین اسلام کی اسی عمیق اور گہری فکر نے امام حسینؑ کو جبکہ آپ خود دین خدا کے عملی مصداق تھے موجودہ صورتحال کے خلاف اپنے فیصلہ پر آمادہ کیا اور اس سلسلے میں آپ رکاوٹیں ڈالنے والوں اور مصلحت اندیشوں کو خاطر میں نہیں لائے اور انجام کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، امام حسینؑ جو اپنی زمہ داریوں کو پورا کرنے کا عزم کر چکے تھے اور صحیح سمت میں اپنے سفر پر یقین کامل کے ساتھ گامزن تھے حالات کو دیکھتے ہوئے اس پر کوئی تعجب نہیں ہے اگر آپ نے نصیحت کرنے والوں اور ہمدردی کا اظہار کرنے والوں کے ساتھ گفتگو کی اور انہیں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی اور اس راہ پر چلنے کی دعوت دی ہو جس کو خداوند عالم نے اپنے نیک بندوں کیلئے منتخب کیا ہے امام حسینؑ نے عبداللہ بن عمر کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے جس نے آپؑ کو بنی امیہ کی غلط روش کے خلاف قیام کرنے سے منع کیا تھے اسے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اتق اللہ یا ابا عبدالرحمان ولا تدعن نصرتی"

اے ابو عبدالرحمان خدا سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو اور میری نصرت سے ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

ایسا ہی تھا کہ امام حسینؑ نے ان خوابوں کو پریشان اور ان حجابوں کو چاک کردیا جو دین اسلام کے حقائق پر پردہ ڈالے ہوئے تھے اور طویل مدت سے دلوں پر جو مردنی چھائی ہوئی تھی اور وہ خراب حالات جنہوں نے ظالم حکمرانوں

کے خلاف جہاد و شہادت کی روح کو مردہ کردیا تھا اور لوگوں کے ذہنوں میں ظالموں اور ستمگروں کے خلاف جوش و خروش کو ٹھنڈا کردیا تھا ان کے خلاف آپ نے عزم بالجزم کرلیا امت کے اندر وسیع پیمانہ پر جوش و آگاہی پیدا کرنا لازمی ہوگیا تھا اور جن خرابیوں میں وہ گرفتار ہوگئی تھے ان سے اس کو آگاہ کرنا ضروری ہوگیا تھا اور گمراہی کے گہرے غار میں گرنے سے پہلے اس کو نجات دلانا اور ان خرابیوں سے باخبر کرنا واجب ہوگیا تھا.

۳) امامت کے اسلامی مفہوم کے بارے میں امت کی آگاہی اور اطلاع اور دین اسلام کی رہبری کے متعدد پہلوؤں اور مختلف ذمہ داریوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہیئے بلاشبہ اس دور میں جس میں اسلام کے عالی و گرانقدر مفہوم بنی امیہ کی سیاست کا کھلونا بن گئے تھے اس منصب کی اہمیت کی طرف کسی کی توجہ نہیں تھی اور صرف مشہور اور بااثر لوگوں نے امت کی سماجی توجیہ کے لئے اس سے فائدہ اٹھایا ہے خود یہ مسئلہ گہری تحقیق چاہتا ہے.

امام حسینؑ کی اس واقعیت پر گہری نظر تھی لہذا آپ نے اپنے کام کو امت کی ہدایت و رہنمائی سے شروع کیا اور حکومت بنی امیہ کے خطروں سے انہیں آگاہ کیا کیونکہ بنی امیہ کی حکومت خواہ تشکیلات کے لحاظ سے خواہ افراد و اشخاص کے نظریات کے لحاظ سے امامت کے مفہوم سے بالکل جدا تھی بنی امیہ کی حکومت شدت کے ساتھ موروثی اور ظالمانہ حاکمیت کی جانب رواں دواں تھی اور اس بات کو معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کیلئے بیعت لیکر پایۂ ثبوت تک پہنچادیا.

اس طرح معاویہ نے اسلامی حاکمیت پر ایک اور کاری ضرب لگائی اور اس کا خطرناک سنگ بنیاد رکھ کر جس کے اثرات آج تک دین اسلام اور امت اسلامیہ کے درمیان پائے جاتے ہیں اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں لہذا امام حسینؑ نے عزم کرلیا کہ جو شرائط و اصول اسلام نے مسلمان حکمراں کیلئے بیان کئے ہیں ان کو عوام کے ذہن تک پہنچائیں اور ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تقریر و تشریح کے ذریعہ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف قدم بڑھائیں من جملہ آپ نے ارشاد فرمایا:

" ایھا الناس انکم ان تتقوا اللہ و تعرفوا الحق یکن ارضی لکم و نحن اھل بیت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اولیٰ بولایۃ ھذاالامر من ھؤلاء المدعین مالیس لھم و السائرین بالجور و العدوان (۳۷) .

اے لوگو! اگر تم تقوائے الہی اختیار کرو اور حق کو پہچاننے کی کوشش کرو تو بیشک یہ تمہارے لئے بہتر ہےاور جان لو کہ ہم اہلبیتؑ منصب ولایت و خلافت کے ان لوگوں سے زیادہ حقدار و سزاوار ہیں جو جھوٹ اور ظلم و ستم کے بانی و داعی ہیں۔

ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

"اما بعد فان اللہ اصطفیٰ محمداً صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی خلقہ و اکرمہ بنبوتہ و اختارہ لرسالتہ ثم قبضہ الیہ و قد نصح لعبادہ و بلغ ما

ارسل به و کنا اھلہ و اولیائہ و اوصیائہ و ورثتہ و احق الناس بمقامہ فی الناس فاستاثر علینا قومنا بذالک ، فرضینا و کرھنا الفرقۃ و احبنا العافیۃ و نحن نعلم انا احق بذالک الحق المستحق علینا ممن تولاہ و قد بعثت رسولی الیکم بھذا الکتاب و انا ادعوکم الی کتاب اللہ و سنۃ نبیہ فان السنۃ قد امیتت و البدعۃ قد احییت فان تسمعوا قولی اھدکم الی سبیل الرشاد (۳۸) ۔

خداوند عالم کی حمدوثنا اور پیغمبر اکرمؐ اور ان کی آل پر درود و سلام کے بعد۔ بیشک خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو اپنی مخلوق پر منتخب فرمایا ان کو پیغمبر بنا کر مکرم کیا اور اپنی رسالت کے عظیم امر پر فائز کیا پھر ان کو اپنے جوار رحمت میں بلایا جبکہ انہوں نے اس کے بندوں کو نصیحت و ہدایت کردی تھی اور اس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچادیا تھا۔ ہم اہلبیتؑ ان کے جانشین اور وارث ہیں اور ہم ان کی خلافت کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں جب کہ ہماری قوم کے لوگ پیغمبر اکرمؐ کے اس منصب کے سلسلہ میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہم نے تفرقہ و اختلاف کے خوف کی وجہ سے اس کو مان لیا اور خاموشی اختیار کی۔ البتہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ منصب ہماری ولایت اور سرپرستی کا مستحق ہے اس سے پہلے بھی میں اپنا نامہ بر ایسے ہی مضمون کے خط کے ساتھ تمہاری طرف بھیج

چکا ہوں اور اب بھی میں تم کو خدا کی کتاب اور رسول کریمؐ کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ سنت مٹ گئی ہے اور بدعت نے اس کی جگہ لے لی ہے اگر تم میری باتوں کی طرف توجہ دو گے تو میں تمہیں راہ راست کی طرف ہدایت کردونگا۔

امام حسینؑ نے اپنے ان دلنشین و شفا بخش اور حقائق سے بھرپور الفاظ کے ذریعہ بنی امیہ کی حکومت و خلافت کی حقیقت کا پردہ چاک کردیا آپ خصوصیت سے ان کی اسلام محمدیؐ سے مخالفت کو زیادہ ظاہر کرتے تھے قوم بھی کم و پیش حاکم اسلامی کے طور و طریقے اور راہ و رسم سے واقف ہوگئی تھی اور وہ امام حسینؑ کے وجود مبارک کو اسلامی صفات کےلحاظ سے بہترین شخصیت کی حیثیت سے دیکھتی تھی خصوصاً آپ کو گلستان نبوت کا ایک سرسبز و شاداب نہال سمجھتی تھی اور اسلام اور وحی کے مکتب کا شاگرد سمجھتی تھی جی ہاں امام حسینؑ کی خونبار تحریک اور ان کے قیام کا ایک مقصد امامت و رہبری کے اسلامی مفہوم و معنی کو پہچنوانا تھا جس کا نتیجہ خلافت بنی امیہ کی ذلت و رسوائی اور ان کی موروثی حکومت کے تخت و تاج کی سرنگونی کی شکل میں بر آمد ہوا۔

۴) دین اسلام میں انسان کیلئے یہ بات ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے فرائض سے سرتابی کرے کیونکہ انسان کا وجود ایک مقصد کے تحت ہے اور وہ اپنے دین کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے انسان ایک آزاد، ذاتی طور پر مستقل، اپنے آپ پر منحصر وجود ہے اور اپنے دین سے بالکل جدا نہیں ہے ایک دینی انسان کے

احساسات اور جذبات اپنے دین کے ساتھ شیر و شکر ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے اصولوں کے مطابق عمل کرتا ہے حتی مذاہب کے اختلاف میں وہ خود کو اپنے مذہب پر فدا کر دیتا ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے یہ تمام باتیں اس صاف و شفاف اور سچی روح کی ترجمان ہیں جو دین اسلام نے اپنا اتباع کرنے والوں کو بخشی ہے یہ چیز قابل توجہ ہے کہ اس مسئلے اور دین سے بہرہ مند ہونے والے ہر شخص کے درمیان ایک تصاعدی تناسب پایا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ایک طرف کی ترقی دوسری طرف کی ترقی کا باعث بن جاتی ہے.

امام حسینؑ جو حضرت محمدؐ کے نواسے، حضرت علیؑ کے فرزند اور دین اسلام و مکتب رسالت کے چشم و چراغ تھے جو الہی رسالت کی ایک پاک و پاکیزہ شخصیت تھے اور ہر لحاظ سے اس کے زندہ ترجمان تھے جو حقیقت تمام مسلمانوں پر آپ کو ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ آپ نے اپنے عہد میں مکتب اسلام کے تئیں وعدوں کو پورا کر دیا، اس پر توجہ رہنی چاہئے کہ الہی شریعت سے متعلق اپنے عہد و پیمان کی تکمیل کے لئے حضرتؑ کے لئے انقلاب کی راہ طے کرنا ضروری تھا کیونکہ اس کے سوا حضرت کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا درحقیقت اس وقت کے حاکم سیاسی نظام ایک بنیادی اور انقلابی تبدیلی کے بغیر کوئی ممکن نہیں تھی، امام حسینؑ کا سب سے پہلا انقلابی بیان اس حقیقت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور انکی تصویر کشی کرتا ہے:

" و انی لم اخرج اشراً و بطراً و لا مفسداً و ظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی ارید ان آمر بالمعروف و و انہی عن المنکر و اسیر بالسیرة جدی و ابی علی بن ابیطالب... "

بیشک میں تکبر و غرور اور ظلم و جور برپا کرنے کیلئے نہیں نکلا ہوں بلکہ میرے قیام کا مقصد اپنے جد رسول اللہؐ کی امت کی اصلاح کرنا ہے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور اس طرح اپنے جد حضرت محمدؐ اور اپنے والد علی بن ابیطالبؑ کی سیرت پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔

اس طرح امام حسینؑ جس فریضہ کو بھی واجب سمجھتے تھے اس کو ادا کرتے تھے کیونکہ آپ اپنے زمانے میں گلشن رسالت و ولایت کے معطر و پاکیزہ ترین پھول تھے اور اپنے زمانہ میں دین اسلام کے سب سے بڑے ہمدرد اور سب سے بڑے محافظ تھے مذکورہ حقائق ہی امام حسینؑ اور ان کے اعوان و انصار کے پرچم انقلاب کو سر بلند کرنے کی توجیہ کرتے تھے اور ان کے دلیرانہ اقدام کی تائید کرتے تھے اس خونبار انقلاب کی جو ہمیشہ کیلئے کامیاب ہے جو لوگوں کے لاعلاج دردوں کی دوا ہے.... جو اسلام محمدیؐ کے دوام و بقا کی ضمانت ہے.... مختصر یہ کہ وہ دین اسلام کے دفاع اور جہاد کے میدان میں استقامت و پائیداری کی یاد دلاتا ہے اور مختلف نسلوں میں انقلاب برپا کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو روح عطا کرتا ہے۔

طوفان انقلاب

معاویہ کے ہلاک ہوتے ہی اس کا بیٹا یزید تخت حکومت پر بیٹھا اس نے اپنے گورنروں کو حکم دیا تا کہ لوگوں سے اسکے لئے بیعت لیں حضوصاً امام حسینؑ سے بیعت لینے پر اس نے زور دیا کیونکہ آپ طاقت و قدرت اور پائمردی کا جامع اور روشن نمونہ تھے ہرگز اپنے ارادہ سے نہیں پھرتے تھے لہذا آپ کو بیعت کرنے اور تسلیم ہوجانے پر مجبور کرنے . . . (جو ہرگز ممکن نہیں تھی) .... کا مطلب یہ تھا کہ بنی امیہ نے تمام رکاوٹوں کا ہٹا دیا ہے اور اس کے بعد ان کے لئے ہر مخالفت کو کچل دینا آسان تھا یزید نے فوراً ہی ایک خط مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا اور اسے حکم دیا کہ وہ مدینہ کے تمام لوگوں سے اور خصوصاً امام حسینؑ سے اس کے لئے بیعت لے لے مدینہ کے گورنر نے خلیفہ کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنے ایک غلام کو رات کے وقت حضرتؑ کے پاس بھیجا، جی ہاں رات کے وقت! امام حسینؑ سمجھ گئے آپ گورنر کے پاس جانے کو آمادہ ہوگئے، بنی ہاشم اور اپنے شیعوں میں سے تیس افراد کو اپنے ہمراہ لیا اور ان سے فرمایا: اگر کوئی مشکل پیش آئی تو میری آواز بلند ہونے پر تم لوگ ولید کے گھر میں داخل ہوجانا امام حسینؑ ولید کے گھر میں تشریف لے گئے ولید نے آپ سے یزید کی بیعت طلب کی، لیکن امام حسینؑ نے والی مدینہ سے کہا کہ اگر بیعت کا کام لوگوں کے سامنے اور ان کے ہمراہ انجام پائے تو بہتر ہوگا.

مثلی لا یبایع سرّاً فاذا دعوت الناس الی البیعة دعوتنا معهم فکان

امرأ واحداً[۳۹].

میری طرح کے لوگ مخفی بیعت نہیں کیا کرتے جب تو دوسرے لوگوں کو بیعت کیلئے بلائے گا تو ہم کو بھی بلانا اسوقت کام مکمل ہوجائیگا.

امام حسینؑ کی طرف سے یہ مشورہ مزید آمادگی کیلئے پیش کیاگیا اور اس لئے بھی تاکہ مدینہ کی حکومت کچھ عرصے تک کوئی کاروائی نہ کرسکے لیکن مروان بن حکم جو وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے ولید کو اکسایا تاکہ وہ طاقت کے ذریعہ امام حسینؑ کو بیعت کرنے پر مجبور کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو آپ کو قتل کردے ورنہ بات ولید اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ سے نکل جائیگی لیکن امام حسینؑ نے محتاط انداز اختیار کیا اور مروان کو ڈانٹ دیا جسکی وجہ سے آپ کی آواز بلند ہوگئی بنی ہاشم ولید کے گھرمیں داخل ہوگئے اور حضرت کو اپنے ساتھ گھرلے آئے[۴۰].

اس مکارانہ اور خطرناک سیاست سے مقابلہ کا سلسلہ اسی نقطے سے آگے بڑھا اور بام عروج تک پہنچ گیا امام حسینؑ نے فیصلہ کرلیا تاکہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو بے باکانہ انداز سے نبھائیں گے کیونکہ امت کی شرعی امامت اور اسلام کے انسان ساز مکتب کی رہبری کی امانت آپ کے دوش پر تھی آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت محمد مصطفیؐ کی قبر مبارک کا رخ کیا پیغمبر اکرمؐ کی قبر کے پاس چند رکعت نماز ادا کی پھر دعا کیلئے اپنے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا.

اللهم ان هذا قبر نبیک محمد و انا ابن بنت نبیک و قد حضرنی من الامر ما قد علمت ، اللهم انی احب المعروف و انکر المنکر و اسئلک یا ذالجلال و الاکرام لحق القبر و من فیه الا اخترت لی ما هو لک رضیً و لرسولک رضی۔[۴۱]

خداوند! بیشک یہ تیرے نبیؐ کی قبر مطہر ہے اور میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں مجھے وہ مسئلہ درپیش ہے جس سے تو آگاہ ہے خداوندا میں نیکی کو دوست رکھتا ہوں اور برائی سے نفرت کرتا ہوں۔

اے صاحب عزت و جلال و اکرام میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس قبر اور اس میں آرام کرنے والی ہستی کے طفیل میرے لئے اس چیز کو منتخب فرما جس میں تیری اور تیرے نبیؐ کی رضا و خوشنودی ہو۔

آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے خدا کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا کہ اس کے دین سے جیسے بھی ممکن ہوا دفاع کریں گے تاکہ خوشنودی پروردگار حاصل کریں اور یہ وہ حقیقت ہے جو آپ کی دعا کے بعض حصوں سے مکمل طور پر آشکار ہے جن میں آپ خود کو اسلام کا ایک فداکار سپاہی ظاہر کرتے ہیں آپ اپنے وجود کو دین کا بخشا ہوا ایک وجود نیز دین اور اسکے بلند اصولوں کے بغیر خود کو ہیچ سمجھتے ہیں اور اپنے لئے کسی مقام و رتبہ کے قائل نہیں ہیں۔

اس طرح امام حسینؑ نے خدا سے اور خدا کیلئے اپنی جان کا معاملہ کیا آپ

نے فوراً اپنے اہل خاندان اور مخلص دوستوں کو بلایا اور انکو مکہ مکرمہ کی طرف سفر کرنے کے لئے اپنے ارادے سے آگاہ کیا سب نے اعتراض کی آواز بلند کی کچھ لوگ آپ کے سفر کا راستہ بدلنے پر اصرار کرتے تھے اور کچھ اپنے ضعف نفس کی کمزوری کی وجہ سے آپ کو تسلیم ہونے کی دعوت دیتے تھے لیکن امام حسینؑ حق کی مدد کرنے پر مصمم تھے اور لوگوں کا کوئی بھی اعتراض آپ پر کارگر ثابت نہ ہوا حتیٰ اگر آپ کے مقصد کے درمیان پہاڑ بھی حائل ہوتے تو وہ بھی آپ کو آپ کے ارادے سے روک نہیں سکتے تھے اور واقعاً ایسا ہی ہوا۔

یہاں آپ نے سب سے پہلے اپنا انقلابی بیان عام کیا وہ بیان جو امام حسینؑ کی وصیت کے عنوان سے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے نام تھا اس میں آیا ہے.

و انی لم اخرج اشراً و لا بطراً و لا مفسداً و لا ظالماً و انما خرجت لطلب الاصلاح فی امۃ جدی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارید ان آمر بالمعروف و انھی عن المنکر و اسیر بسیرۃ جدی و ابی علی بن ابیطالب علیہ السلام فمن قبلنی بقبول الحق فاللہ اولی بالحق و من ردّ علی ھذا اصبر حتی یقضی اللہ بینی و بین القوم بالحق، و ھو خیر الحاکمین (۴۲) -

بیشک میں غرور و تکبر اور ظلم و فساد کی خاطر نہیں نکلا ہوں بلکہ میں اپنے جد رسول اکرمؐ کی امت میں اصلاح کی خاطر نکلا ہوں میں انہیں امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کرنا چاہتا ہوں اور اپنے جد حضرت محمدؐ اور والد حضرت علی بن ابیطالبؑ کی سیرت پر عمل کرنا

چاہتا ہوں لہذا اگر کسی نے مجھے بر حق تسلیم کیا تو خداوند عالم حق سے زیادہ آگاہ ہے اور اگر کسی نے میرے عمل کو قبول نہ کیا تو میں صبر اختیار کرونگا یہاں تک کہ خداوند عالم میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کردے بیشک وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

امام عالیمقامؑ کا یہ تاریخی بیان وسیع پیمانے پر اموی خلافت کی گمراہیوں کو منعکس کرتا ہے اور اس زمانے میں سماج میں برائیوں کے رواج اور نیکیوں کے مٹنے کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے باقاعدہ طور پر انقلاب کے اعلان کا سبب بنتا ہے اور واضح طور پر اس کے بنیادی مقاصد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حسینی قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا آپ کے لبوں پر ذکر خدا اور دل میں خدا کی یاد ہے آپ اس آیت کی تلاوت فرماتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے

"و لما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربی ان یھدینی سواء السبیل"

جب حضرت موسی شہر مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا میرا پروردگار مجھے راہ راست کی طرہدایت فرمائے گا

آپ حضرت عباس بن عبدا المطلب کے گھر تشریف فرما ہوئے مکہ کے مؤمنین اور جو مہاجریں حج کی غرض سے مکہ آئے ہوئے تھے گروہ در گروہ حضرت کی خدمت میں آتے تھے اور آپ کو خوش آمدید کہتے تھے [۴۴]۔

جب امام حسینؑ مکہ میں قیام کے دوران یزید کی خلافت کے متعلق پورے اسلامی ملک کی خبروں پر نظر رکھے ہوئے تھے، اسی اثنا میں کوفہ سے ایک دلچسپ

خبر آپ کے پاس پہنچی اور وہ یہ تھی کہ کوفہ جو اس وقت خلافت عراق کا پائیتخت تھا اس میں اہم اور حساس انقلابی تحریک سیاسی نقل و حرکت وجود میں آئی ہے مخالفین حکومت کے طویل مدت کے بعد تازہ جان پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے بنی امیہ کی ظالمانہ سیاست سے آزادی کیلئے حالات کو مناسب محسوس کیا ہے فطری طور پر شیعیان اہلبیتؑ ان میں آگے آگے ہیں انقلابیوں نے ایک عظیم اجتماع منعقد کیا ہے جس میں کوفہ کے حساس اور یزید کے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد کے حالات کا جائزہ لیا ہے۔

سلیمان بن صرد خزاعی جن کے مکان پر یہ جلسہ منعقد ہوا تھا وہ اٹھے اور انہوں نے مجمع سے خطاب کیا اور کہا کہ امام حسینؑ نے حکومت یزید کے خلاف علم بلند کیا ہے اور اس وقت مکہ میں موجود ہیں انہوں نے جلسہ میں حاضر امامؑ کے تمام چاہنے والوں سے کہا کہ وہ پوری توانائی کے ساتھ حضرت کی مدد کے لئے بڑھیں اور آپ کے موقف کی پائیداری کے لئے دل و جان سے کوشش کریں ان کی مدد و نصرت کیلئے قوت و طاقت اور عہد و پیمان کا پختہ ہونا ضروری ہے اگر ایسا ہو تو ہم اپنے ارادے سے حضرتؑ کو آگاہ کریں اور اگر ہمارے پاس طاقت و قوت اور پختہ عہد نہ ہو تو اس صورت میں حضرتؑ کو دعوت دے کر مشکلات و حوادث کے بھنور میں تن تنہا چھوڑ دینا ہرگز درست نہیں ہے سلیمان نے موجودہ حالات کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیا اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ حاضرین نے ایک دل و جان ہو کر اپنے تمام طاقت کے ساتھ حضرت کی حمایت کا

اعلان کیا اور ایک زبان ہو کر کہا ہم حضرتؑ کے دشمنوں سے جہاد کریں گے اور حضرت پر اپنی جان قربان کر دیں گے(۴۴)۔

امام حسینؑ کی بیعت سے متعلق اس جوش و خروش اور اتحاد کو دیکھتے ہوئے کوفہ کے مشہور لوگوں نے حضرت کو خطوط لکھے اور ان میں حکومت یزید کے متعلق اپنی اجمالی اور تفصیلی مخالفت کو بیان کیا اور آپ کو منصب خلافت کا حقدار سمجھتے ہوئے اس بات پر تاکید تھی کہ اس امر میں ہماری نگاہ میں کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں اور ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

کوفہ والوں کے خطوط مسلسل آپ کے پاس پہنچے جن میں آپ سے مسلمانوں کے خلیفہ اور امام کے طور پر کوفہ آنے کی درخواست کی گئی تھی بتدریج لوگوں نے احساس کیا کہ بہتر یہ ہے کہ مختلف قبیلوں اور بہادروں کے نام اور ان کے تفصیلات بھی طومار کی شکل میں امام کے پاس بھیجے جائیں اور آپ کا انتظار کرنے والوں کی فہرست روانہ کی جائے اس طرح سے جنگجو اور بہادر افراد کی تعداد ایک لاکھ تک گئی جن کے نام امامؑ کے پاس روانہ کیئے گئے۔

امام حسینؑ نے بھی کوفہ والوں کی درخواست پر غور و خوض کیا اور آخر کار اپنا ایک بہترین ایلچی کوفہ بھیجنے پر راضی ہوگئے جو عراق سے بیعت لے اور اہلبیتؑ جو دین خدا کے عملی اور عینی نمونے ہیں ان سے اور خصوصاً امام حسینؑ سے متعلق ان کی محبت اور اتباع کا جائزہ لے۔

اس اہم کام کیلئے آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؑ کو منتخب

کیا جو تقویٰ و پرہیز گاری، شجاعت اور دیگر صلاحیتوں کے لحاظ سے بے مثال تھے آپ کی فکری اور سیاسی صلاحتیں اس درجہ تھیں جو آپ کو کوفہ والوں کے درمیان مرکزی حیثیت عطا کرتیں اور وہ انہیں انقلابی تحریک کی ہدایت دین و امت اسلامیہ مصلحتوں میں مدد بہم پہچائیں آپ نے حضرت مسلمؑ کو اپنا نمائندہ بنایا اور کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں کے نام ایک خط لکھ کر حضرت مسلم کے حوالے کیا امامؑ نے اپنے خط میں اپنے نمائندے کا اجمالی تعارف کرایا اور انہیں کوفہ بھیجنے کا اصلی سبب بھی اس میں لکھا تھا امامؑ نے اس میں وضاحت کی تھی کہ میں مسلم بن عقیل کو کوفہ کے حالات کا نزدیک سے جائزہ لینے کیلئے بھیج رہا ہوں اور ان کی حقائق پر مشتمل دقیق رپورٹ کے آنے کا انتظار کرونگا امامؑ کے خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من الحسین بن علی ، الی الملا من المؤمنین و المسلمین ، اما بعد فان هانیاً و سعیداً قدما علی بکتبکم و کانا آخر من قدم علی من رسلکم ، و قد فهمت کل الذی اقتصصتم و ذکرتم و مقالة جلکم انه لیس علینا امام فاقبل لعل الله یجمعنا بک علی الحق و الهدی و انا باعث الیکم اخی و ابن عمی و ثقتی من اهل بیتی مسلم بن عقیل و امرته ان یکتب الی بحالکم و امرکم و رایکم فان کتب الی انه قد اجمع رای ملئکم و ذوی الفضل و الحجی منکم علی مثل ما قدمت علی به رسلکم و قرائت

کتبکم فانی اقدم الیکم و شیکاً ان شاء اللہ تعالی فلعمری ما الامام الا الحاکم بالکتاب، القائم بالقسط، الدائن بدین الحق، الحابس نفسہ علی ذالک للہ، والسلام (۴۵)

خدائے رحمن اور رحیم کے نام سے حسینؑ بن علیؑ کی جانب سے مومنین اور مسلمین کے نام خداوند عالم کی حمد و ثنا اور اس کے نبیؐ پر درود و سلام ہو ہانی اور سعید آپ کے خطوط میرے پاس لائے اور یہ دونوں آپ کے اخری قاصد تھے آپ نے جو کچھ لکھا اور تذکرہ کیا ہے میں اس سے آگاہ ہوگیا ہوں آپ سب نے لکھا تھا کہ ہمیں امام کی ضرورت ہے لہذا آپ ہماری طرف آئیں تاکہ خداوند آپ کے ذریعہ ہمیں حق و ہدایت پر لے آئے میں اس وقت اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیلؑ کو آپ لوگوں کے پاس بھیج رہا ہوں جس پر مجھے مکمل اعتماد اور بھروسہ ہے اور جو میرے خاندان کی ایک فرد ہے میں نے اس سے تاکید کی ہے کہ ضروری تحقیقات کے بعد وہاں کے حالات اور لوگوں کے خیالات کے بارے میں مجھے لکھیں اور جب وہ مجھے وہاں کے بزرگ لوگوں کے خیالات و نظریات کے بارے میں آگاہ کردیں گے اور جب مجھے معلوم ہوجائیگا کہ آپ کے خطوط کوفہ کے بزرگوں کے نظریات اور وہاں کے حالات کے مطابق ہیں تو انشاء اللہ میں بہت جلد آپ کے پاس پہنچ جاؤنگا اور

اپنی روح و جان کی قسم: کوئی بھی شخص جب تک مذکورہ موارد میں خدا سے کئے گئے عہد کو پرا کرنے کیلئے قرآن مجید کے نورانی احکام پر عمل نہ کرے، سماجی انصاف قائم نہ کرے، فرائض کو ادا نہ کرے بردباری کا مظاہرہ نہ کرے اس وقت تک وہ منصب امامت اور رہبری کے لائق نہیں ہوگا والسلام۔

کوفہ والوں نے امامؑ کے نمائندے کا زبردست استقبال کیا اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو قبول کرلیا، اور ان کے ذریعہ امام حسینؑ کی بیعت کرلی کوفہ والوں کا سلوک کچھ ایسا تھا جس سے جناب مسلم متاثر ہوئے انہوں نے موجودہ حالات کو دین الٰھی اور اہلبیت کے حق میں بہتر پایا اور اس پر مطمئن ہوگئے کہ موجودہ تبدیلی اور انقلاب غیر معمولی ہے یہ ایک ایسی واقعیت ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور کسی ایسے واقعہ اور حادثہ کے رونما ہونے سے پہلے جس کا وہم و گمان بھی نہیں اس کو کم اہمیت تصور نہیں کیا جاسکتا لہذا حضرت مسلم نے طے کیا کہ وہ امام حسینؑ کو ایک خط لکھیں اور اس میں یہاں کے حالات تفصیل سے بیان کریں اور حضرتؑ کو دعوت دیں تاکہ وہ کوفہ آکر اپنے چاہنے والوں سے ملحق ہوجائیں حضرت مسلم کا خط کا مضمون یہ تھا:

"اما بعد قاصد و نگہبان کبھی اپنوں کو فریب نہیں دیتا کوفہ کے تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان میں سے اٹھارہ ہزار لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے میرا خط پڑھنے کے بعد آپ فوراً کوفہ چلے آئیں آپ پر خدا کا درود و سلام ہو
(۴۶)

اسی دوران امام حسینؑ نے بصرہ کے اہم افراد سے بھی خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا تاکہ اموی حکومت کی مخالفت سے ان کو آگاہ کریں لہذا آپ نے ایک خط لکھ کر بصرہ کے لوگوں کے نام روانہ کیا بصرہ میں یزید بن مسعود نہشلی نے آپ کے خط کا زبردست استقبال کیا اور اس کا بہترین اور محبت آمیز جواب دیا اور اہلبیتؑ کے متعلق بنی تمیم اور بنی سعد کی انتہائی محبت و اخلاص کو بیان کیا لیکن افسوس یہ خط اس وقت حضرت کے پاس پہنچا جب آپ سرزمین کربلا پر سپاہ یزید کے ساتھ میدان جنگ میں مصروف جہاد تھے اور نہشلی کا عظیم لشکر حق و حقیقت کی مدد نہ کرسکا ایک عرصے کے بعد امام کی خبر شہادت جب یزید بن مسعود کو پہنچی اس نے غم و اندوہ سے ایک آہ کھینچی اور اس کا دم نکل گیا کیونکہ وہ فرزند رسولؐ کی مدد نہ کرسکا تھا اگر چہ اس نے اس میں کوئی سستی اور غفلت نہیں کی تھی اس پر خدا کا درود و سلام ہو.

کوفہ والوں کی عہد شکنی

عراق میں اموی حکومت ابتدا ہی سے سخت خوف و ہراس میں پڑ گئی تھی کیونکہ اللہ کے حقیقی نمائندے امام حسینؑ بن علیؑ کے حق میں واضح کامیابیاں اس کے مد نظر تھیں حتی اس کی انتظامیہ بھی عوام کے بڑھتے ہوئے جذبات کے سامنے بے بس تھی لوگ بڑی تعداد میں امام حسینؑ کی اطاعت و پیروی پر کمر بستہ تھے مقامی لحاظ سے جو امور بنی امیہ کے منتخب حکمراں نعمان بن بشیر کے زیر نظر حل و فصل ہوتے تھے ان میں خلل پڑ گیا اور سب امور اس کے ہاتھ سے نکل گئے وہ

اس نئے انقلاب کو اسلام محمدیؐ کے حق میں سمجھتا تھا نعمان بن بشیر پر دباؤ پڑا کہ وہ ان حالات اور دار الامارہ میں گذرنے والے واقعات کی وضاحت کرے جن کو وہ خاطر میں نہیں لایا اس نے بھی اپنے سرکاری موقف کا اعلان کیا " اما بعد میں صرف اسی سے لڑونگا جو مجھ سے لڑے گا صرف اسی پر حملہ کرونگا جو مجھ پر حملہ کریگا اور کسی کو بھی ظن و گمان کی بنا پر گرفتار نہیں کرونگا " بنی امیہ کے سرداروں نے جمع ہوکر مشورہ کیا اور اس کا حل تلاش کرنے میں مصروف ہوگئے آخر کار وہ اس بات پر متفق ہوگئے کہ یزید بن معاویہ کو حقائق سے آگاہ کریں۔

عمر بن سعد، عمارہ بن عقبہ اموری اور عبداللہ بن مسلم حضرمی نے یزید کو ایک خط لکھا اور اس کو کوفہ کے تمام حالات و واقعات سے آگاہ کیا اس خبر کے ملتے ہی یزید کافی پریشان ہوا اس کے ایک بلند پایہ مشیر نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ کوفہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد کو بنادے کیونکہ وہ انتہائی شقی اور قتل و غارتگری میں مشہور تھا اس کے پاس مہر و محبت نام کی کوئی چیز نہیں تھی اسے انسانیت کے معنی و مفہوم سے بھی کوئی سرو کار نہیں تھا اس کے علاوہ اہلبیت پیغمبرؐ کے ساتھ اس کا بغض و کینہ بہت پرانا تھا۔

ابن زیاد کو یزید کا حکم ملا اس نے اپنے بھائی کو بصرے میں اپنا جانشین بنایا اور پانچسو افراد پر مشتمل فوجی دستہ کے ساتھ کوفہ روانہ ہوگیا۔ اس نے بصرے کے ان سرداروں کو بھی اپنے ہمراہ لیا جن کا رشتہ داری کی بنا پر کوفہ کے قبیلوں

پر کافی اثر تھا ابن زیاد نے اس طرح فوجی خوف و ہراس اور سیاسی فریب دونوں سے فائدہ اٹھایا وہ عوام فریبی اور ڈرانے دھمکانے کے طریقے بھی کام میں لایا کیونکہ اس نے یہ بات عام کردی کہ اس نے پانی سپاہ کو مخفی طورر پر کوفہ بھیجدیا ہے ۔ ... ۔ ابن زیاد اپنے فوجی دستہ سے پہلے مخفی طور پر کوفہ میں داخل ہوا ۔ دار الامارہ پہنچکر اس نے نعمان بن بشیر کو معزول کردیا اس کے بعد اس نے لوگوں کو دعوت دینا شروع کی ۔ ... اور عوام کے سامنے اپنی سب سے پہلی تقریر کی ابن زیاد نے ایک خاص فریب کے ذریعہ ان لوگوں کو بڑے بڑے وعدے دیئے جو بنی امیہ کی سیاست کے وفادار تھے تا کہ وہ اسلام محمدی سے الگ ہوجائیں اور حکومت بنی امیہ کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو سختی سے ڈرایا دھمکایا اور اعلان کیا بنی امیہ کا مقابلہ کرنے والوں کی سزا صرف موت ہے ۔

اس کی تقریر کا مضمون یہ ہے :

> اما بعد امیر المؤمنین یزید نے تمہارے شہر، اموال، خزانے کی تلوا مجھے سونپ دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مظلوموں کی فریاد کو پہنچوں ۔ فقیروں وفاداروں کی امداد کروں اور جو فرمانبردار اور مطیع ہو اس پر باپ کی طرح نیکی و احسان کروں اور جو میرے حکم سے سرتابی کرے اور میرے خلافت کی مخالفت پر اتر آئے اس پر میرے تلوار اور تازیانہ پڑے گا لہذا ہر شخص کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی جان کی حفاظت کرے [۴۷] ۔

پھر اس نے مختلف قبیلوں کے سرداروں پر دباؤ ڈالا تاکہ وہ بنی امیہ کے مخالفین کی ایک فہرست مرتب کر کے اس کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کو انکے گھروں کے دورازے پر پھانسی دے دی جائیگی.

اس طرح شہر کوفہ پر خوف و ہراس کا سایہ پھیل گیا۔ طاقت و قدرت کا پلڑا بنی امیہ کے حق میں وزنی ہوگیا امام حسینؑ کی رہبری میں اسلام کے طرفدار سرداروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ اپنا عہد و پیمان بھول گئے کیونکہ خوف و ہراس ان سب پر چھا چکا تھا اکثر لوگ مایوس و نا امید ہوگئے تھے کوفہ کی حالت بدلی گئی تھی ہر قبیلہ اپنے افراد اموی خلافت کی مخالفت سے روکتا تھا مائیں اس خوف وسے اپنے جوان بیٹوں کو گھروں میں بند رکھتی تھیں کہ کہیں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی مدد کے لئے گھر سے نہ نکل پڑیں موقع پرست اور لالچی لوگوں نے اس امید پر کاخ حکومت کا رخ کیا کہ ابن زیاد انہیں بہت مال و منال عطا کریگا وہ خوشی سے اپنی کھال میں نہیں سماتے تھے اس طرح کوفہ کا اتحاد و اتفاق عملی طور پر اختلاف اور تفرقہ میں بدل گیا....

البتہ بعض مخلص لوگ ایسے بھی تھے جو اسلام کی دعوت پر پائیدار رہے انہوں نے حضرت مسلم بن عقیلؑ سے اپنی ملاقات کا طریقہ بدلا وہ ان درد ناک حالات جس میں امت مبتلا تھی اس کو دیکھتے ہوئے اور حضرت مسلم کے حکم کے مطابق خفیہ طور پر ان سے ملتے تھے .. اور یہیں سے بیعت کی کیفیت تبدیل ہوئی بلکہ یوں کہا جائے کہ اسلام کی طرف دعوت مخفی صورت اختیار کر گئی

مسلم بن عقیلؑ جو اب تک مختار بن عبیدہ کے گھر ٹھہرے تھے ھانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوگئے. کیونکہ اہلبیت کے بارے میں ہانی کا ایمان و اعتقاد اخلاص سے سرشار اور مضبوط تھا حضرت علیؑ کے زمانے سے وہ اہلبیتؑ کے ساتھ سخت محبت رکھتے تھے اس کے علاوہ کوفہ میں ہانی کی سماجی طور پر اچھی خاصی قدر و منزلت تھی کیونکہ وہ ایک قبیلے کے سردار تھے ان کے پاس افراد کی قوت عظیم تھی ان کے چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی.

اب جو مسئلہ ابن زیاد کی توجہ کا مرکز تھا وہ حضرت مسلم کے مخفی ٹھکانے کا پتہ لگانا تھا اور اس سلسلے میں سب سی زیادہ مشکوک ہانی کا گھر تھا کیونکہ ایک طرف تو ہانی کی پوزیشن حساس تھی اور دوسری طرف وہ امام حسینؑ کے خالص دوستوں اور مضبوط بازؤں میں شمار ہوتے تھے اس نے بنی امیہ کے مقامی غنڈوں اور جاسوسوں کو حضرت مسلمؑ کی تلاش میں بھیجدیا ان میں سے معقل نامی جاسوس مخفی طور پر ہانی کے گھر پہنچ گیا اس نے اہلبیت کی محبت اور دوستی کا اظہار کیا کچھ دن تک اس کا ہانی کے گھر آنا جانا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنے مکر و فریب سے ہانی کے گھر میں حضرت مسلمؑ کا پتہ لگایا اور ہانی کی وہ تدبیریں ناکام ہوگئیں جو اس نے ابن زیاد کے مقابلے کیلئے سوچ رکھی تھیں ابن زیاد نے اس کی عظیم طاقت کو توڑنے کیلئے ہر اس وسیلہ سے فائدہ اٹھایا جو ہانی کا سہارا سمجھا جاتا تھی ابن زیاد نے درہم و دینار کے تھیلیوں کا منہ کھول دیا اور غنڈے اور بدمعاش لوگوں میں درھم و دینار پانی کی طرح تقسیم کیا بعض لوگوں کو عہدے و

منصب کا فریب دیا اور بعض کو مکر و فریب کے ذریعہ غافل بنادیا مختصر یہ کہ اس نے دھمکی تہدید اور لالچ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اس طرح ابن زیاد کی سیاست کامیاب ہوگئی دار الامارہ بزدل ڈرپوک اور فریب خوردہ لوگوں کا محور بن گیا اس طرح ہانی بن عروہ کی گرفتاری کا منصوبہ بن گیا انقلاب امام حسین کیلئے ہانی کی گرفتاری نقصان دہ تھی اور کوفہ میں ہانی کا خاتمہ تحریک انقلاب پر ایک کاری ضرب تھی.... مسلم بن عقیلؑ نے بھی حالات کو مد نظر رکھا اور کوشش کی کہ اس خطرے کی معمولی حد تک پہچائیں یا کم از کم اصل تحریک کو حفاظت کریں جو ایک واقعی خطرے سے روبرو تھی حضرت مسلمؑ مکمل طور پر محسوس کر رہے تھے کہ ہانی پر حملہ در حقیقت تحریک انقلاب پر حملہ ہے لیکن انکی یہ کوشش ایک درد ناک سیاسی سماجی فریاد میں بدل گئی اور انکی دردناک آواز ہمیشہ کے لئے تاریخ کے دامن میں باقی رہ گئی ہانی کی گرفتاری کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی مسلم بن عقیلؑ نے بلافاصلہ ایک فوجی اقدام کے ذریعہ دار الامارہ کو اپنے محاصرے میں لے لیا ابن زیاد اور اس کے حامیوں نے دار الامارہ کے دروازوں کو بند کر دیا اور اس میں مورچہ بنالیا حضرت مسلمؑ کی سپاہ نے دار الامارہ کے ارد گرد پوزیشن سنبھال لی، اور اپنے تاریخ ساز انقلاب کو آشکار کر دیا جو ابنی امیہ کے خاتمہ کی طرف بڑھ رہا تھا مؤرخین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جو سپاہ حضرت مسلمؑ کی قیادت میں جمع ہوئی تھی وہ افرادی قوت اور اسلحہ کے لحاظ سے بہت عظیم اور قابل توجہ تھی اور مختلف فوجی دستوں میں تقسیم تھی [۴۸] لیکن

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مشکل سے نجات پانے کیلئے ابن زیاد نے اپنے تمام حیلوں کو بھر پور قوت کے ساتھ استعمال کیا اور اپنے دوستوں اور جاسوسوں کے ذریعہ لوگوں میں یہ بات پھیلادی کہ بنی امیہ کا ایک عظیم لشکر کوفہ کے دروازے پر پہنچ گیا ہے یہ خبر بہت جلد شہر میں پھیل گئی .... اور بزدل لوگوں نے اس خبر کو ہوا بنا کر پیش کیا اور رائی کا پہاڑ بنادیا یہ آواز ہر طرف پھیل گئی اور خوف و ہراس ہر طرف چھا گیا یہاں تک کہ مائیں اپنے بیٹوں کو حضرت مسلمؑ کا ساتھ دینے سے منع کرتیں اور انہیں بھاگ جانے پر مجبور کرتی تھیں بھائی اپنے بھائیوں اور باپ اپنے بیٹوں کو حضرت مسلم کا ساتھ دینے سے روکتے تھے (۴۹) یہ حالت بدستور جاری رہی یہاں تک کہ حضرت مسلم کے اکثر سپاہی بھاگ گئے اور باقی ماندہ لوگ بھی خوف و ہراس اور حرص و طمع کی وجہ سے دور ہوگئے تھے۔

مختصر یہ کہ بنی امیہ کی مکارانہ کوششیں بارور ہوئیں جو ابن زیاد ملعون کی کامیابی کا سبب بن گئیں حضرت مسلمؑ کے ساتھ صرف چند مخلص اور فداکار دوست باقی رہے کوفہ کی سڑکوں پر تن بہ تن لڑائی میں شدت آگئی حضرت مسلمؑ کے دوستوں نے "محلۂ کندی" کو اپنی ثبات قدمی و پائمردی کا مورچہ بنالیا حضرت مسلمؑ نے یہاں ایسی شجاعت دکھائی جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے آخر کار وہ اپنی عظیم ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے راہ خدا میں شہادت کے عظیم درجے پر فائز ہوگئے۔

انہوں نے ذرا بھی غفلت و سستی نہیں دکھائی دشمن کے سامنے تسلیم

نہیں ہوئے اور جو امانت ان کے دوش پر تھی اس کو زمین پر نہیں رکھا ہانی بن عروہ بھی دوسرے شہید تھے جو حضرت مسلمؑ کی شہادت کے فوراً بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے اس طرح انقلاب امام حسینؑ کے دو بنیادی رکن کوفہ میں شہید ہوگئے اور امام حسینؑ کی خونچکاں تحریک نے اپنے دو عظیم سپاہیوں کو عراق میں کھودیا کوفہ کا شہر اختلاف و ذلت و رسوائی کی آماجگاہ بن گیا خوف ہراس ہر طرف پھیل گیا اور آخر کار خون آشام جلاد عوام پر مسلط ہوگئے۔

عراق کی جانب امام حسینؑ کا سفر

پریشانی و اضطراب نے حکومت بنی امیہ کو ہلادیا تھا خصوصاً جب سیاست اموی کے حامیوں نے یہ محسوس کیا کہ حضرت امام حسینؑ شہر مکہ میں اپنے مبارک انقلاب کا مرکزی نقطہ بن گئے ہیں یا بن جائیں گے تو اس سے یزید پر بڑا خوف طاری ہوا اور نے شام سے ایک لشکر عمرو بن سعد ابن العاص کی سربراہی میں روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ امام حسینؑ جہاں ملیں انہیں وہیں قتل کردے .... جب بیت اللہ الحرام کی طرف بنی امیہ کے لشکر کے روانہ ہونے کی خبر امامؑ کو ملی تو یہ بات امامؑ کو بہت گراں گذری کہ ان کی وجہ سے حرمت خانۂ خدا تباہ ہو۔ امامؑ بخوبی جانتے تھے کہ یزید اور اس کی سپاہ کو خانہ خدا ، حجاج بیت اللہ اور اس کے زائرین کا کوئی پاس و لحاظ نہیں ہے اسی وجہ سے آپؑ نے مکۂ معظمہ چھوڑنے اور عراق کی طرف سفر کا حکم صادر فرمایا جب کہ آپ اس کے نتیجے سے قطعی طور پر باخبر تھے اور آپؑ نے مکہ سے نکلتے وقت اس

حقیقت کو بیان کر دیا تھا:

" الحمد للہ و ما شاء اللہ و لا قوۃ الا باللہ و صلی اللہ علی رسولہ ، خط الموت علی ولد آدم مخطّ القلادۃ علی جید الفتاۃ ، و ما اولھنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب الی یوسف و خیّر لی مصرع انا لاقیہ کانی باوصالی تقطعھا عسلان لفلاۃ بین النواویس و کربلا ، فیملان منی اکراشاً جوفاً، و اجربۃ سغباً لا محیص من یوم خط بالقلم...." (۵۰)

تمام حمد و ثنا ذات الٰہی سے مخصوص ہے جو چیز وہ چاہے گا وہ ہو کر رہے گی اور کوئی بھی طاقت و قوت نہیں بجز اس کی طاقت و قوت کے، خدا کا درود و سلام ہو اس کے رسول پر، فرزند آدم پر موت معین و مقرر ہے اور وہ اس کے لئے اسی طرح زینت بخش ہے جس طرح جوان عورت کی گردن میں گردن بند زینت آرا ہوتا ہے میں اپنے اسلاف کے دیدار کا اتنا ہی مشتاق ہوں جتنا یوسفؑ کے دیدار کے یعقوبؑ مشتاق تھے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ صحرائی بھیڑئے میرے جسم کے ایک ایک حصہ کو نواویس اور کربلا کے درمیان جدا کر رہے ہیں اور اپنے ابھرے ہوئے شکموں کی مجھے غذا بنا رہے ہیں اور وہ قضا جس پر قلم قدرت چل گیا ہے اس سے فرار ممکن نہیں...."

امام حسینؑ کے ساتھیوں اور دوستوں کیلئے یہ امر بہت ناگوار تھا کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہوں کیونکہ انہیں آپ کے قتل ہو جانے کا خوف تھا لیکن اس کے باوجود حضرت اپنے ارادے پر قائم رہے اور اسی وقت اپنے قتل

ہوجانے کا ذکر بھی کردیا.

ابن عباس نے آپ سے کہا کہ اپنے سفر کا رخ تبدیل کردیں آپ نے فرمایا

" . . . و الله لا یدعونی حتی یستخرجوا هذه العلقة من جوفی فاذا فعلوا ذلک سلط الله علیهم من یذلهم حتی یکونوا اذل من فرام المراة " (۵۱).

خدا کی قسم ! جب تک یہ قوم میرے سینے سے میرے دل کو باہر نہ نکال لے اس وقت تک یہ مجھے نہیں چھوڑیگی اور اگر وہ ایسا کرے گی تو خدا اس کے سر پر ایک ایسے شخص کو مسلط کریگا جو اس کو ذلیل و رسوا کریگا یہاں تک کہ وہ خون حیض کے لوتھڑے سے بھی حقیر و ذلیل ہوجائے گی.

اور یہ وہ حسینؑ ہیں جنہوں نے اپنے بھائی محمد حنفیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" اتانی رسول الله بعد مفارقتک ، فقال ، یا حسین اخرج ، فان الله قد شاء ان یراک قتیلا " (۵۲).

"جب میں تم سے جدا ہوا تو رسول اللہؐ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ اے حسینؑ ! قیام کرو خداوند عالم تم کو قتل ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے"

اسی طرح آپ نے عبداللہ بن زبیر سے بھی فرمایا

" و ایم اللہ لو کنت فی ثقب ھامۃ من ھذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا فی حاجتھم لیعتدون علی کما اعتدت الیھود فی السبت " (۵۳)

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں ! کہ اگر میں حشرات کے سوراخ میں بھی پناہ لوں تو یہ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے تا کہ اپنی خواہش کو پورا کریں اور وہ اسی طرح میرے حرمت و احترام و حق کو نظر انداز کریں گے جس طرح یہودی سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑنا جائز سمجھتے تھے۔

حسینیؑ قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا حضرتؑ اپنی شہادت پر مطمئن اور خوشحال تھے کہ آپؑ کی شہادت سے دین خدا کو نصرت و مدد بہم پہنچے گی اور حضرت یہ بھی جانتے تھے کہ اسلام کا کوئی اور یار و یاور نہیں اسی لئے اپنے سفر کی منزلیں طے کرتے جاتے فیصلہ کن کامیابی تک پہنچنے کیلئے آپؑ نے تاریخ کا سینہ چاک کر دیا حضرتؑ اپنی شہادت اور خون کے ذریعہ اسلام کی حیات و بقا اور اس کی ضمانت پر مکمل یقین رکھتے تھے عراق کی جانب سفر کے دوران آپ مختلف کاروانوں سے ملتے تھے اور عراق کے حالات کے بارے میں ان سے سوال کرتے تھے اور ان لوگوں کا قطعی جواب یہ ہوتا تھے کہ: ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ اور دل آپ کے ساتھ ہیں !!!۔

اگر چہ آپؑ اس صورتحال سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اسوقت سیاسی دباؤ کا غلبہ ہے اور آپ کو اطمینان تھا کہ اس وقت ہر انسان دو چیزوں سے متاثر ہے

یا اہلبیتؑ کی حقانیت سے متاثر اور اسلامی زندگی کے مشکلات کو دور کرنے میں مصروف ہے یا بنی امیہ کی طاقت کے زیر اثر ہے اور دنیاوی لالچ، حرص و طمع اور آرام و سکون کے بارے میں سوچتا ہے، امام حسینؑ کو اس بات پر مکمل یقین تھا کہ ایک عظیم انقلاب کے ذریعہ ہی امت اسلام کو خواب غفلت سے بیدار کیا جاسکتا ہے اور بہت ممکن تھا کہ آپ کی، آپ کے ساتھیوں اور اہلبیت رسولؐ کی شہادت ہی وہ عظیم انقلاب بن جائے کہ ایسا ہی ہوا ... امام حسینؑ کے عراق روانہ ہونے کے ساتھ سیاست اموی کے حامیوں کے درمیان یہ بحث و گفتگو ہوئی کہ حضرت کو کوفہ بھیجنے پر مجبور کیا جائے اور انقلاب کے سوتے پھوٹنے سے پہلے ہی حضرت کو قتل کردیا جائے لیکن امامؑ نے ان کو دباؤ کو نظر انداز کرکے ان کی سازش کو ناکام بنا دیا اور اپنے سفر کو کربلا کی طرف جاری رکھا ،کربلا جو انقلاب کا گہوارہ، بہادروں کی قتلگاہ، پائیدار عظمتوں کا ایک عظیم مینار اور عزت و افتخار کا درخشاں نشان ہے۔

تیسرا باب

کربلا میں اسلام کی تجلی

امام حسینؑ راہ کربلا میں

سرزمین کربلا پر امامؑ کا ورود

روز عاشورا

انقلاب امام حسین میں عورت کا کردار

انقلاب حسینؑ کی صدائے باز گشت

امام حسینؑ راہ کربلا میں

۸ ذی الحجۃ ۶۰ھ میں حسینی قافلہ مکہ سے رخصت ہوا اور یہ بات لوگوں کیلئے تعجب خیز اور سوال انگیز بن گئی لوگ پوچھتے تھے کہ امام حسینؑ ترویہ کے دن مکہ کیوں چھوڑ رہے ہیں ؟! کل عرفہ کا دن ہے اور حج اکبر کا آغاز.... لیکن امامؑ لوگوں کے جواب میں یہ فرماتے تھے،

"ان بنی امیۃ یریدون قتلی و انی اخشی ان اقتل فی حرم مکۃ المکرمۃ فتھتک حرمتھا فی ھذاالشھر الحرام...."

بنی امیہ میرے قتل کے در پے ہیں اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں حرم مکۂ مکرمہ میں مارا جاؤں جس کے نتیجے میں اس ماہ حرام میں حرم کی حرمت اور اس کا تقدس پامال ہو جائے۔

آپ نے اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا اور ان کو باخبر کر دیا کہ اس امر کے متعلق رسول خداؐ سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے عبداللہ بن زبیر کو بھی اس گفتگو کے دوران اس بات سے آگاہ کر دیا جو حضرتؑ اور اس کے درمیان مکہ میں ہوئی اور اس کے لئے حدیث کے مضمون کو یوں نقل کیا ہے:

" ان ابی حدثنی ان لھا (مکۃ) کبشاً بہ تستحل حرمتھا فما احب ان اکون ذالک الکبش (۵۴)۔ بیشک میرے والد نے مجھ سے روایت کی ہے کہ مکہ میں گوسفند قتل ہوگا جس کے ذریعہ حرمت حرم، مباح ہوجائے گی اور میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ گوسفند میں بنوں۔

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

" واللہ لئن اقتل خارجاً (مکۃ) بشبرٍ احب الی من ان اقتل فیھا ولئن اقتل خارجاً منھا بشبرین، احب الی من ان اقتل خارجاً منھا بشبرٍ و ایم اللہ لو کنت فی حجرھا مۃ من ھذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا بی حاجتھم " (۵۵)۔

خدا کی قسم! اگر میں مکہ سے ایک بالشت کے فاصلے پر مارا جاؤں تو وہ میرے لئے اس سے افضل ہے کہ مکہ کے اندر مارا جاؤں اور اگر میں مکہ سے باہر دو بالشت کے فاصلے پر قتل کیا جاؤں تو وہ میرے لئے اس سے ایک بالشت کے فاصلے پر قتل ہونے سے زیادہ بہتر ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں کیڑے مکوڑوں کے سوراخ میں بھی پناہ لوں تو وہ مجھے وہاں سے بھی باہر نکال لیں گے تاکہ اپنی من مانی کریں اور کامیاب ہوجائیں۔

کربلا کے ارادے سے امام حسینؑ نے مکہ ترک کیا آپ اسی حال میں کہ لوگوں کے استغاثہ کا جواب دیتے تھے عراق والوں کی دعوت بھی حضرت کے

پیش نظر تھی اور اپنے نمائندے کے ساتھ ان کی بیعت کے بارے میں بھی سوچتے تھے... لیکن حوادث اور واقعات نے حالات کو دگرگون کردیا تھا عمومی فضا رشوت دینے والوں، غنڈوں اور جاسوسوں کا بازیچہ بن گئی اس کے نتیجے میں عہد شکنی کا آغاز ہوگیا تھا لوگوں نے عہد شکنی شروع کردی اور امام حسینؑ کی بیعت کو توڑ دیا... نمائندہ امام حسینؑ حضرت مسلمؑ کی شہادت سے حالات مزید خراب ہوگئے امام حسینؑ کو اس کی خبر نہ تھی... لیکن حضرتؑ نے ان تمام لوگوں کے مشوروں کے باوجود عراق کی جانب سفر جاری رکھا جو آپ کو عراق کی جانب جانے سے روکتے تھے آپ نے ان کے مشوروں پر معمولی سی بھی توجہ نہ دی حضرت اپنے موقف پر قائم تھے اور اس کو عملی شکل دینے پر زور دیتے تھے۔

دوران سفر مقام "صفاح" پر امامؑ کی فرزدق سے ملاقات ہوئی جس کی دوستی و محبت اہلبیتؑ کے ساتھ کافی مشہور ہے عراق کے سیاسی حالات کے بارے میں امامؑ نے فرزدق سے سوال کیا۔ فرزدق نے حضرتؑ کے جواب میں عرض کیا "ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ، آسمان سے قضائے الٰہی نازل ہوتی ہے اور خداوند عالم جو چاہتا ہے وہ انجام پاتا ہے"

امام حسینؑ نے فرمایا:

" صدقت ! لله الامر ، یفعل ما یشاء و کل یوم ربنا فی شان ، ان نزل القضاء بما تحب فنحمد الله علی نعمائه و هو المستعان ، ان حال

القضاء دون الرجاء ، فلم یعتد من کان الحق نیته ، والتقوی سریرته"۔[۵۶]

فرزدق تو نے سچ کہا ! ہر کام خدا کے ہاتھ میں ہے جس کام کا وہ ارادہ کرے اسے انجام دیتا ہے ہمارا پروردگار ہر روز ایک نئی شان رکھتا ہے اگر اس کی قضاء و قدر ہماری آرزو و خواہش کے مطابق ہوئی تو ہم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے اور وہ بہترین مدد و نصرت کرنے والا ہے اور اگر اس کی قضاء و قدر ہمارے اور ہماری آرزو کے درمیان حائل ہوجائے تو اس سے اس انسان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جس کی نیت و ارادہ حق ہو اور حق کی حمایت پر مبنی ہو اور اس کی عادت و خصلت تقویٰ و پرہیزگاری ہو۔

امام حسینؑ اپنے خونچکاں انقلاب کی راہ میں اپنے مقصد کی سمت آگے بڑھ رہے تھے اس عظیم و بے مثال انقلاب کی خبر ہر جگہ پہنچ گئی اور اس شجاع اور انقلابی رہبر کے سفر کی خبر ہر طرف پھیل گئی لہذا حکومت بنی امیہ کی بنیادیں کوفہ میں متزلزل ہوگئے اور اس نے امام حسینؑ کے عظیم و مقدس انقلاب کی کامیابی کو روکنے کیلئے کچھ اقدامات کئے اس وقت کوفہ میں بنی امیہ کا نمائندہ اور گورنر عبید اللہ بن زیاد تھا مذکورہ اقدامات میں سے ایک یہ تھا کہ شہر کوفہ میں حضرت کے داخل ہونے کی راہ میں رکاوٹ ڈالی جائے راہ مسدود کی جائے اور

لوگوں کے آنے جانے پر پابندی عائد کی جائے یہ قدم اس لئے اٹھایا گیا تا کہ کوئی شخص امامؑ کی سپاہ سے ملحق نہ ہوسکے ،ابن زیاد نے یہ کام "حصین بن نمیر تمیمی" کے سپرد کیا اور اس کو کوفہ سے باہر بھیجدیا.

حصین نے قادسیہ میں اپنا پڑاؤ ڈالا اور اپنی سپاہ کو اس سوق الجیشی گذر گاہ پر تعنیات کردیا جہاں سے امام حسینؑ عبور کرتے اور جو ایک طرف سے قادسیہ کو خفان سے متصل کرتی اور دوسری طرف "قادسیہ" سے "قطقطانہ" تک حد فاصل شمار کی جاتی تھی ،اس نے اپنی سپاہ کو "لعلع" کی بلندیوں تک پھیلادیا یہ خطر ناک سیاست جس طرح لوگوں کے کوفہ میں آنے جانے پر روک لگانے میں کامیاب ثابت ہوئی اسی طرح کوفہ والوں کی طرف بھیجے گئے امامؑ کے قاصدوں کی گرفتاری اور ان کے بہیمانہ قتل کا سبب بھی بنی.

امام حسینؑ بدستور اپنا سفر طے کررہے تھے اور اپنے مقدس مقصد کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن ناگہاں دوران سفر "مقام زبالہ" پر آپ کو حضرت مسلمؑ اور ہانی بن عروہ کی خبر شہادت ملی حضرتؑ نے فوراً اپنے اہل خاندان ، ساتھیوں اور دوستوں کو اپنے پاس بلایا اور ان کو کوفہ والوں کی عہد شکنی اور وہاں کے حالات کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا حضرتؑ کی تقریر کا ایک جملہ یہ ہے:

" قد خذلنا شیعتنا ، فمن احب ان ینصرف ، فلینصرف ، فلیس علیہ منا ذمام "

ہمارے شیعوں نے ہم کو ذلیل کیا لہذا جو شخص پلٹ جانا چاہے
وہ پلٹ جائے میری طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے.

امام حسینؑ کی یہ تقریر سننے کے بعد بہت سے لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے اور صرف وہی لوگ حضرتؑ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے جو مکہ سے آپؑ کے قافلے میں شامل ہوئے تھے، اس کے باوجود امام حسینؑ اپنے ارادے پر اٹل اور عراق کی سمت رواں دواں تھے [۵۷] مکہ میں جو ارادہ آپ نے کیا تھا اسی پر قائم تھے جب امامؑ اور آگے بڑھے آپ نے ایک عظیم لشکر کو دیکھا جو حر بن یزید ریاحی کی سرکردگی میں سامنے کی طرف سے آرہا تھا اس امر نے امامؑ کو ایک بلند نقطہ پر پوزیشن سنبھالنے پر مجبور کیا تا کہ آنے والے دشمن کے حملے کو ناکام بنا سکیں.

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوہ "ذی حسم" کے ایک نقطے پر قیام کیا اور دشمن کی فوج آپ کے روبرو پہاڑ کے دامن میں ٹھہری جہاں سے وہ آپ کا محاصرہ کرنے پر قادر نہیں تھی اموی فوج کے کمانڈر نے اپنی سپاہ کے ساتھ امامؑ کے بالکل سامنے پڑاؤ ڈالا اور اپنی سپاہ کو تیار رہنے کا حکم دیا تا کہ امامؑ آگے نہ بڑھ سکیں دونوں لشکر ایکدوسرے کے سامنے صف آرا ہوگئے تھے اموی سپاہ اس فرصت کی تلاش میں تھی تا کہ امام حسینؑ کو اپنے محاصرہ میں کرلے نماز ظہر کا وقت پہنچ گیا امامؑ نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ وہ اذان کہے... اذان کے بعد حضرت اپنی جگہ سے اٹھے اور تقریر شروع کی، حضرتؑ نے اپنی

تقریر میں سپاہ اموی کے سامنے اپنے قیام کے مقصد اور اپنے مؤقف اور نظریئے کی وضاحت کی اور ان سے خواہش کی کہ وہ اس عہد و پیمان پر باقی رہیں جو انہوں نے حضرتؑ سے کیا ہے سپاہ دشمن پر موت کا سکوت طاری ہوگیا اور انہوں نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تقریر ختم ہونے کے بعد دونوں لشکروں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی نماز عصر کا وقت آیا امام حسینؑ نے اس سپاہ کیلئے ایک دوسرا خطبہ دیا جس نے راستہ بند کر رکھا تھا آپ نے ان کے سامنے خطوط کا وہ بنڈل کھولدیا جس میں کوفہ والوں نے حضرت کو دعوت دی تھی اور حضرت کی بیعت کا اظہار کیا تھا اس کے بعد امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا جبکہ اموی کمانڈر حضرت کو قتل کی دھمکی دے رہا تھا اور حضرتؑ اس کی دھمکی کو ان جملوں کے ذریعہ دفع کرتے تھے.

افبالموت تخوفنی !!!! و هل یعدوا بکم الخطب ان تقتلونی ؟ و ساقول کما قال اخو الاوس لابن عمه و هو یرید نصرة رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم مخوفة ابن عمه و قال : این تذهب ؟ فانک مقتول ، فقال :

سامضی و ما بالموت عار علی الفتیٰ	اذا ما نوی حقاً و جاهد مسلماً
و واسی الرجال الصالحین بنفسه	و فارق مثبوراً و خالف مجرماً
فان عشت لم اندم و ان مت لم الم	کفی بک ذلاً ان تعیش و ترغماً

کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو ؟ اور کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو ؟!

وہی بات تم سے کہوں گا جو اوس کے بھائی نے اپنے چچا زاد بھائی
سے کہی تھی جب کہ اوس کا بھائی رسول خداؐ کی مدد و نصرت کا
ارادہ رکھتا تھا اور اس کا چچا زاد بھائی اس کو ڈرانے پر اتر آیا اور
اس کو اس کے خوفناک قدم سے ڈرایا تھا اور کہتا تھا ارے ! تم
کہاں جارہے ہو ؟! تم یقیناً مارے جاؤ گے ! اوس کے بھائی نے اس
کے جواب میں کہا

میں جارہا ہوں جارہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جوانمردی انسان کیلئے
موت کوئی ننگ و عار نہیں ہے جب کہ اس کا ارادہ حق کی حمایت
ہو اور وہ عقیدہ اسلام کے ساتھ جہاد کرے تو نیک و صالح لوگوں
کے ساتھ رہے اور ان سے اخوت و برادری قائم کرے اور ان
لوگوں سے دور ہے جن پر نفرت کی مار پڑی ہے اور بد کار و مجرم کی
مخالفت پر کھڑا ہوجائے میں اگر زندہ رہوں تو مجھے پشیمانی نہیں اور
اگر مرجاؤں تو کوئی میری سرزنش نہیں کرے گا اور تیرے لئے
ذلت و رسوائی کی زندی پر باقی رہنا ہی کافی ہے .

حر بن یزید ریاحی امام حسینؑ کے پلٹنے سے بالکل ناامید ہوگیا لہذا وہ حضرت
کے سامنے سے ہٹ گیا اور امامؑ اپنے مقدس مقصد کی جانب روانہ ہوگئے جب
کہ اموی سپاہ بھی امامؑ کے قافلے کے پیچھے پیچھے چلتی رہی آپ کی معمولی حرکت
بھی انکے زیر نظر تھی یہاں تک کہ امام کا قافلہ مقام نینوا پر پہنچا اور یہاں پر کوفہ

کے گورنر ابن زیادہ کے قاصد نے سپاہ بنی امیہ کے کمانڈر یزید ریاحی سے ملاقات کی اور ابن زیاد کا پیغام اس کے حوالے کیا اس پیغام کا مضمون درج ذیل ہے:

اما بعد میرا پیغام پہنچنے کے بعد حسینؑ کو ایسی سرزمین پر روک دو جہاں نہ پانی اور نہ آبادی، میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیری ہمراہی کرے اور اسوقت تک تیرے ساتھ رہے جب تک میرے حکم کو تو عملی جامہ پہناتا ہے والسلام.

جب حر پیغام پڑھ چکا تو اس نے اس کی اطلاع امام حسینؑ کو دی عبید اللہ بن زیاد کی درخواست کو حضرتؑ کے سامنے بیان کیا اور امامؑ کے متعلق اس کے سخت موقف سے پردہ اٹھایا اس وقت امام حسینؑ نے حر بن یزید ریاحی سے فرمایا:

" اذن دعنا ننزل نینوی او الفاضریات او شفیة...." (۵۸)

اگر ایسا ہے تو ہمیں نینوا" غاضریہ" یا "شفیہ" میں اترنے دو

لیکن حر نے امامؑ کی خواہش کو حکومت اور اس کے جاسوسوں کے خوف سے ٹال دیا اور یہی عذر پیش کئے امام حسینؑ نے اپنے اصحاب میں کھڑے ہوکر ایک تقریر فرمائی:

انه ما قد نزل بنا من الامر ما قد ترون ان الدنیا قد تغیرت و تنکرت و ادبر معروفها و استمرت حذاء و لم تبق منها الا صبابة کصبابة الانا.

و خسیس عیش کالمرعی الوبیل ، الا ترون الی الحق لا یعمل به و الی الباطل لا یتناھی عنه لیرغب المؤ من فی لقاء ربه محقاً فانی لا اری الموت الا سعادۃ و الحیاۃ مع الظالمین الا برماً (۵۹) .

بیشک ہمارے لئے ایک ایسا واقعہ رونما ہوا ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو کہ بیشک دنیا دگرگون اور سخت تر ہوگئی ہے اس نے نیکیوں کو بھلادیا ہے اور اس میں جینا دشوار ہوگیا ہے در اصل دنیا میں کوئی بھی چیز باقی نہیں رہ گئی دنیا صرف اس رطوبت کے مانند ہے جو کسی برتن میں رہ گئی ہو اور اس کشتزار کے مانند ہے جس میں زندگی ناگوار ہوگئی ہو اور جو طوفان کی زد میں ہو کیا تم حق کو نہیں دیکھتے ہو کہ اس پر عمل نہیں کیا جاتا کیا تم باطل کو نہیں دیکھتے کہ اس سے روکا نہیں جاتا بیشک مومن اپنے پروردگار کے دیدار کا مشتاق اور اس کا سزاوار ہے ! پس (میں ایسی حالت) میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ننگ و عار سمجھتا ہوں ۔

یہ کہہ کر امام حسینؑ آگے بڑھ گئے تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا کہ سپاہ اموی نے آپکا راستہ روک دیا اور آپکو کربلا کے مقام پر اترنے پر مجبور کردیا اور اسطرح آپ دوسری محرم الحرام ۶۱ھ کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سرزمین کربلا میں وارد ہوئے اور وہیں پر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ۔

زمین کربلا پر امامؑ کا ورود

امام حسینؑ نے اپنے اہل خاندان اور ساتھیوں کے ہمراہ کربلا کے دشت میں قیام فرمایا تاکہ یہ جگہ آنے والی نسلوں اور زمانوں میں انقلابیوں، بہادروں اور آزادی پسندوں کیلئے کامیابی کی منزل قرار پائے۔ عبید اللہ بن زیاد نے عراق کے دار الحکومت کوفہ میں اپنی پوری سپاہ کو جمع کیا اور برابر اپنی فوجی قوت بڑھانے کی فکر میں تھا وہ جانتا تھا کہ امام حسینؑ کوئی غیر معروف شخصیت نہیں ہیں امامؑ کے ساتھیوں کی کمی اور کوفہ والوں کی عہد شکنی کے باوجود حضرت کا خوف وہراس ابن زیاد کا سائے کی طرح پیچھا کرتا تھا۔

ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بلایا تاکہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ جنگ میں سپاہ اموی کی حساس قیادت و سربراہی کو سنبھال لے۔ عمر بن سعد ابتدا میں مردد تھا لیکن آخر کار اس نے اس قدرت و حکومت جاہ و مقام کی لالچ میں آکر سپاہ بنی امیہ کی قیادت قبول کرلی جو اسے ہرگز نصیب نہ ہوسکا اس نے ان چار ہزار جنگجو سپاہیوں کے ایک لشکر کی قیادت سنبھالی جو امام حسینؑ کے ساتھ مقابلہ کیلئے آمادہ تھا۔ یہ لشکر کربلا میں امامؑ کے خیموں کے قریب آکر اترا۔ جب عمر بن سعد نے ہر طرف سے محاصرہ کرنے کیلئے امامؑ کے خیمے کے نزدیک اپنے خیمے لگائے تو امام حسینؑ نے اس کے ساتھ مذاکرات کا دروازہ کھول دیا، اور اس کے ساتھ کچھ جلسے منعقد کئے۔ بہت طولانی گفتگو اور فکر و نظر کے تبادلے کے بعد عمر بن سعد مان گیا کہ وہ امامؑ کا محاصرہ اٹھالے گا اور ان کا راستہ کھول دے گا تا

کہ وہ عراق کی سرزمین سے باہر جہاں کہیں جانا چاہیں چلے جائیں .... عمر بن سعد
نے ان مذاکرات کی تفصیل اور اس کے نتیجے کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھی
بھیجدیا اس نے بھی یہ بات قبول کر لی اور اس پر عمل کا حکم دے دیا لیکن شمر
بن ذی الجوشن جو امام حسینؑ کا بدترین دشمن تھا اس نے ابن زیاد کو اس
ارادے سے روک دیا اور اس کو یہ بتادیا کہ اگر اس محاصرے سے حسینؑ نکل
جائیں گے تو عنقریب ایسی قدرت و قوت کو حاصل کرلیں گے کہ ان پر کنٹرول
مشکل ہوجائیگا اور حالات ان کے حق میں ہو جائیں گے۔
عبیداللہ بن زیاد شمر کی چرب زبانی سے متاثر ہوگیا.... جس کے نتیجے میں اس
نے عمر بن سعد کیلئے ایک دھمکی بھرا خط روانہ کیا اور اس کے مشورہ کو ٹھکرادیا
ساتھ ہی شمر بن ذی الجوشن سے کہا کہ وہ یہ پیغام عمر سعد تک پہنچادے عبیداللہ
بن زیاد کا پیغام عمر بن سعد کو اس کے حکم کو دقیق طور پر بجالانے پر مجبور کرتا
تھا جو امام حسینؑ کے ساتھ جنگ پر مشتمل تھا اس پیغام میں لکھا تھا کہ اگر وہ
ایسا نہ کرسکے تو سپاہ کی قیادت شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کردے....،عمر سعد
کو ابن زیادہ کا دھمکی بھرا پیغام ملا اور اس نے اپنے آپ کو امام حسینؑ کے ساتھ
جنگ کرنے اور جاہ و مقام اور سپاہ کی قیادت کو ہاتھ سے کھودینے کے درمیان مخیر
پایا آخر کار شیطان نے اس پر غلبہ پالیا اور اس نے دنیا و آخرت کے نقصان اور
لعنت و بدبختی کو اپنا لیا۔ اس نے امامؑ کے ساتھ جنگ کرنے کو ترجیح دی۔
ساتویں محرم کا دن تھا کہ اس نے اپنی سپاہ کو خیام امامؑ کا مکمل محاصرہ کرنے کیلئے

آمادہ کرلیا تا کہ خیام حسینی اور نہر فرات کے درمیان فاصلہ پیدا کردے۔ اس طرح وہ حضرتؑ اور ان کے ساتھیوں کو تسلیم ہوجانے پر مجبور کردے، یا وہ تشنگی کی وجہ سے خود ہی ہلاک ہوجائیں۔ نویں محرم الحرام۔ جمعرات کے دن عصر کے وقت امام حسینؑ کی خیمہ گاہ پر حملہ ہوا امامؑ دشمن کے ہجوم کو روکنے پر آمادہ ہوئے اور اس اقدام کی روک تھام کی غرض سے اپنے بھائی حضرت عباس بن علیؑ کو لشکر دشمن کے مقابلے میں بھیجا تا کہ وہ ان کو اس کام سے روک سکیں لیکن وہ لوگ ایسے بے لگام تھے جنہیں بنی امیہ کی غاصبانہ قدرت و طاقت پر بھروسہ تھا انہوں نے حضرت عباسؑ کی خواہش قبول نہیں کی ان کی زبان پر صرف یہی جملہ تھا کہ "یا حسینؑ یں کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کردیں یا ہمارے ساتھ جنگ پر آمادہ ہوجائیں !!" امامؑ ان لوگوں سے مایوس ہوگئے جو دنیاوی مال و منال کی تمنا میں کتے کی طرح ہانپتے ہوئے بڑھ رہے تھے.

حضرتؑ نے اپنے بھائی عباسؑ سے کہا کہ وہ دوبارہ ان کے پاس جائیں اور ان سے گفتگو کرکے ایک رات کی مہلت حاصل کرلیں تا کہ آخری فیصلہ کیا جائے... حضرت عباسؑ نے اپنے بھائی کے مطالبہ کو دشمنوں کے سامنے پیش کیا عمر سعد اور اسی فوج کے کمانڈروں نے اس بات کو قبول کرلیا اور ایک رات کی حضرت کو مہلت دے دی یقیناً آنے والا کل مقابلے، جہاد، اور لڑائی کا دن ہوگا جو ایک بنیادی اور وسیع انقلاب کو جنم دیگا، کل دسویں محرم الحرام کو تاریخ اسلام میں ایک موڑ آئے گا جس کا تاریخ اسلام کو انتظار تھا کل تاریخ کے

صفحات پر یقیناً نئے نقوش ابھریں گے.

روز عاشورا

امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا نے شب عاشورا کو عبادت و مناجات و دعا و نماز میں گذاری اور دوسرے دن قطعی جہاد کیلئے مکمل طور پر آمادہ ہوگئے وہ رات ڈھل گئی اور وہ عظیم تاریخ گذر گئی.... اور اب محرم الحرام کا دسواں دن (روز عاشورا) ہے یہ وہ دن ہے جو عبد و معبود کی ملاقات کا دن، عظیم انقلاب کا دن، تقدیر ساز دن، مختصر یہ کہ دوست کی جانب پرواز کا دن ہے ،... یہ عمر سعد ہے جو اپنی سپاہ کو رسول اکرمؐ کے فرزند کے ساتھ مقابلے اور لڑائی کیلئے تیاری کررہا ہے پنجتن پاکؑ کی پانچویں شخصیت سے مقابلے کیلئے فوج کو آمادہ کرتا ہے وہ ہستیاں جن ولایت و دوستی خداوند عالم نے نص قرآن کے مطابق لازم و واجب قرار دیا ہے.

امام حسینؑ نے اپنے قوی و مطمئن دل اور مصمم ارادہ اور نافذ نگاہ کے ذریعہ دشمن کی کثرت اور افراد کی قوت اور ان کے اسلحوں کو نظر انداز کیا ان کی کثرت نے امامؑ کے عزم و ارادے میں کوئی خلل ایجاد نہیں کیا بلکہ وہ کوہ کی طرح استوار، بلند قامت اور قوی ارادے کے مالک تھے اور صرف خدا کی پناہ میں تھے لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ حضرتؑ تضرع و زاری اور دعا و مناجات کیلئے بارگاہ خدا میں ہاتھ اٹھا کر فرماتے ہیں

" اللھم انت ثقتی فی کل کرب و انت رجائی فی کل شدۃ و انت ولی فی

کل نزل بی ثقة وعدة. کم من هم یضعف فیه الفواد و تقل فیه الحیلة و یخذل فیه الصدیق و یشمت فیه العدو وانزلته بک و شکوته الیک رغبة منی الیک عمن سواک ففرجته و کشفته و انت ولی کل نعمة و صاحب کل حسنة و منتهی کل رغبة[۶۰]۔

خداوندا تو ہر مشکل میں میرا سہارا ہے اور ہر سختی و رنج میں میری امید تجھ سے وابستہ ہے زندگی کے ہر امر میں جو مجھے پیش آئے اس میں تو ہی میرا بھروسہ اور پناہ گاہ ہے کیسی مصیبت اور غم مجھ پر نازل ہوا ہے جس کے نتیجے میں دل ضعیف و ناتواں ہوجاتا ہے اس کا علاج دشوار ہوجاتا ہے دوست ذلیل کرتا ہے اور دشمن برائی اور مذمت پر زبان کھول دیتا ہے لیکن میں نے اس دل کو تیرے حوالے کیا ہے اور اپنی شکایت کو تیرے پاس لایا ہوں کیونکہ میں تیرے غیر سے جدا اور تجھ سے وابستہ ہوگیا ہوں تو نے میرے ہمّ و غم کو دور کیا لہذا ہر نعمت میں تو ہی میرا ولی نعمت ہے میں ہر نیکی کو تجھ سے سمجھتا ہوں اور تجھ کو اپنی رغبت و چاہت کی منزل سمجھتا ہوں۔

حضرت امام حسینؑ سپاہ دشمن کے روبرو صف آرا ہوئے جنگ کا ہونا اب لازمی نظر آتا تھا... اسی وجہ سے آپ نے عورتوں اور بچوں کے خیموں کو مظبوط بنانے اور ان کی مکمل حفاظت کا قدم اٹھایا اور حکم دیا کہ خیموں کے

پچھلے حصہ میں خندق کھودیں اور اس میں آگ جلا دیں تا کہ دشمن ادھر سے خیمہ گاہ پر حملہ نہ کر سکے خیموں کے ارد گرد خندق میں آگ روشن ہو گئی اس طرح خیمہ گاہ کی حفاظت ہر لحاظ سے فراہم ہو گئی اور دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے توجہ ایک نقطہ پر مرکوز ہو گئی۔

امامؑ تقریر کیلئے دشمن کے روبرو کھڑے ہوئے اور ان کے خطوط و پیغامات اور ان کی بیعت کے بارے میں بتانا شروع کیا لیکن ان بے حیا لوگوں نے کوئی جواب نہ دیا اور حضرتؑ کی آواز کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔

امام حسینؑ دوبارہ دشمن کی طرف لوٹے آپؑ اسی طرح گھوڑے کی پیٹھ پر سوار تھے آپ نے قرآن مجید کو ہاتھ سے بلند کیا اس کو کھولا، سر پر رکھا اور یوں فرمایا:

" یاقوم ان بینی و بینکم کتاب الله و سنة جدی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم "[61]

اے لوگو! بیشک میرے اور تمہارے درمیان کتاب خدا اور سنت رسولِ خداؐ حکم ہے

پھر بھی ان میں سے کسی نے حضرت کو کوئی جواب نہ دیا.... بلکہ عمر بن سعد نے اپنے پرچمدار کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھے اس نے خود اپنے نجس ہاتھوں سے آتش جنگ کو روشن کیا اور سب سے پہلا تیر امام حسینؑ کی خیمہ گاہ کی طرف رہا کیا اور کہا کہ "گواہ رہو کہ حسینؑ کی طرف سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا ہے"

جنگ کا وہ وحشیانہ آغاز، اس مصیبت اور سختی کا پیش خیمہ و مقدمہ تھا کہ جس نے نواسۂ رسولؐ، فرزند علیؑ اور رہبر مسلمین کی قربانی لے لی.

امام حسینؑ ان کے ساتھی، ان کے بھائی، بیٹے، بھانجے اور بھتیجے جنکی کی کل تعداد بہتر یا اٹھتر پر مشتمل تھی. ایک ایسی عظیم سپاہ سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے جن کی تعداد کئی ہزار افراد پر مشتمل تھی.

جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے کبھی دونوں فوجیں ایک دوسرے پر سخت حملہ کرتی تھیں اور کبھی جنگ کے شعلوں کو خاموش کرنے کیلئے ہاتھ روک لئے جاتے تھے۔ البتہ یہ بات طبیعی معلوم ہوتی تھی کہ یزید کی بے شمار فوج اس چھوٹے سے لشکر کا قلع قمع کرنے اور اس کو کچلنے میں کامیاب ہوجائے گی.

کربلا کے جانگداز حادثہ میں اہلبیتؑ کی دردناک مظلومیت پوری طرح سامنے آئی اور مکمل طور پر برملا ہوگئی۔ تاریخ نے اس دلخراش حادثے اور ان حالات و واقعات کو یوں بیان کیا ہے کہ کوئی صاحب قلم، شاعر، اور تصویر ساز اس کو آسانی کے ساتھ پیش کرنے پر قادر نہیں ہے ان میں سے ایک جگر سوز واقعہ امام حسینؑ کے اس شیر خوار بچے کا ہے جو لشکر عمر سعد کے مقابل آیا امامؑ اپنے ششماہے مجاہد کو بنی امیہ کے سامنے لائے تاکہ اس کے لئے ایک گھونٹ پانی طلب کریں، کیونکہ انہوں نے حضرتؑ کی خیمہ گاہ اور نہر فرات کے درمیان فوج کا پہرہ لگا دیا تھا اور فرات کا راستہ حضرتؑ پر مکمل طور پر بند کر رکھا تھا اولاد پیغمبرؐ اور امام حسینؑ کے اصحاب و دوست سخت پیاس سے دوچار ہوگئے تھے امام

حسینؑ بچے کو سپاہ دشمن کے پاس لائے اور اس کیلئے پانی کا سوال کیا کہ ممکن ہے ان سنگدلوں کو اس بچے پر رحم آجائے اور انسانی جذبات ان کو اس بات پر آمادہ کر دیں لیکن ان ظالموں نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس شیر خوار کی جانب ایک تیر رہا کیا جس سے وہ باپ کی آغوش میں اپنی ہی خون میں غلطاں ہوگیا۔

اصغرا! گر ز عطش تشنه و بی تـاب شدی

بروی دست پدر، خوب تو سیرآب شدی

اس جگر خراش منظر کو دیکھنے سے امام حسینؑ کا دل درد میں ڈوب گیا حضرتؑ نے اپنے شیر خوار بچے کے خون کو اپنے ہاتھوں میں لیکر آسمان کی طرف پھینکا اور اپنے خدا سے مناجات کرتے تھے اس جانگداز مصیبت میں خدا سے مدد طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

" هون علیّ ما نزل بی، انه بعین الله "

جو چیز ان تمام دردوں اور غموں کو مجھ پر آسان بناتی ہے یہ ہے کہ خداوند عالم اسے دیکھ رہا ہے

یہ سخت اور شدید لڑائی اسی طرح جاری رہی امام حسینؑ کے دوست و اصحاب اور ان کے اہلبیتؑ یکے بعد دیگرے دشمنوں کے وحشیانہ حملوں کا نشانہ بنتے اور شہادت کے عظیم درجے پر فائز ہوتے رہے حضرتؑ وہ آخری فرد تھے جو اس جاوید معرکہ میں شہیدوں کے کاروان سے ملحق ہوئے۔ اور حکم حق کی

سربلندی اور مکتب اسلام کی بقا کی راہ میں اپنی قربانی پیش کی۔

لڑائی جب اپنے اوج پر تھی اس وقت ایک سہ شعبہ تیر حضرتؑ کے سینے میں پیوست ہوا جسم نازنین پر زخموں کی کثرت کی وجہ سے آپ اس تیر کو اپنے سینے سے نہیں نکال سکے اور سینہ مقدس سے شدید خونریزی کو نہ روک سکے لہذا حضرت گھوڑے سے زمین پر تشریف اور خون شہادت میں ڈوب گئے اس طرح آفتاب انقلاب خود اپنی سرخ کرنوں سے لالہ فام ہوگیا۔

بنی امیہ کی دشمنی یہیں پر ختم نہ ہوئی بلکہ ان کی سپاہ کا بدترین انسان شمر بن ذی الجوشن نواسۂ رسول خداؐ امام حسینؑ کی پشت مبارک پر سوار ہوگیا اور حضرتؑ کے سر کو پس گردن سے جدا کر دیا !!!..... پھر عمر سعد نے اپنی فوج کو تیار کیا تاکہ امام حسینؑ کی لاش مطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کر دے اس طرح وہ جانگداز، دلسوز، اور ہمیشہ یاد رہنے والا حادثہ وقوع پذیر ہوا امام حسینؑ اور دوسرے شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا اور مال غنیمت کو ہدیہ کی طرح قاتلوں کے درمیان تقسیم کیا گیا اور ان ظالم وحشیوں نے وہ سر نیزوں پر بلند کئے اور کوفہ کی جانب چل پڑے تاکہ یزید بن معاویہ کے گورنر کے پاس ان سروں کو پیش کریں ادھر تین دن تک شہیدوں کے پاکیزہ جسم کربلا کی جلتی زمین پر پڑے رہے قبیلہ بنی اسد نے (جو کربلا سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ساکن تھا) ان پاک جسموں کو سپرد خاک کیا ان ظالموں اور وحشیوں نے صرف انہیں مظالم پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اہلبیت پیغمبرؐ کو اسیر کر کے کوفہ

اور شام روانہ کیا۔ اس غمزدہ قافلے کے آگے آگے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سر نیزوں پر بلند تھے۔

ظالموں اور ستمگروں پر خدا کی لعنت اور اس کی نفرت ہو۔

انقلاب حسین میں عورت کا کردار

در اصل یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کو امام حسینؑ واضح طور پر محسوس کرتے تھے کہ بنی امیہ کے ظالمانہ نظام او ان کی غلط سیاست کے خلاف قیام اور ان کے غاصب و ظالم نظام کے مقابلے میں پائمردی کا نتیجہ راہ خدا میں شہادت کی صورت میں بر آمد ہوگا چاہے امام حسینؑ مدینہ میں رہیں یا مکہ میں یا کسی دوسری جگہ رہیں لہذا آپ نے یہ طے کیا کہ خود اپنی شہادت کے ذریعہ خدا کی بے شمار اور لا یزال نعمتوں کو حاصل کریں اور شہادت کے حیات آفرین نقش و کردار کو امت اسلامی کی تاریخ میں مضبوط و پائیدار بنادیں تاکہ اس کے کردار ساز، راہ گشا اور حیرت انگیر اثرات اسلام میں باقی رہیں، اسی وجہ سے آپ نے یہ اقدام کیا اور بنی امیہ کے مکر و فریب اور ان کی سیاسی سازش کو براہ راست نشانہ بنایا۔

امام حسینؑ اچھی طرح جانتے تھے کہ عام اور معمولی موت کی کوئی صدائے باز گشت نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی، تو بہت محدود اور معمولی ہوتی ہے اور وہ ایک حادثہ کے برابر تحرک پیدا نہیں کر سکتی اور نہ ہی تاریخ کے دوران امت اسلامیہ کے نشیب و فراز میں کوئی طوفان اور وسیع موج پیدا کر سکتی ہے

جس سے ہدایت و رہنمائی حاصل ہو سکے۔

لہذا ایک موثر اور عمیق اقدام کیلئے جو امت کے حال و مستقبل میں وسیع پیمانے پر اپنا اثر ڈالے جو سیاست بنی امیہ کے پلید اور اسلام دشمن خاندان کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے اپنائی وہ یہ تھی کہ حضرتؑ تمام لوگوں کو دعوت دیتے تھے تا کہ وہ ان کے انقلاب اور تحریک کی صف میں شامل ہو جائیں ۔ عراق کی جانب سفر میں آپ جس گروہ یا قبیلے سے بھی ملتے اس کو اپنی مدد اور نصرت کی دعوت دیتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ وہ حضرتؑ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تا کہ ان کے اس تاریخی افق کا مدار وسیع پیمانے پر پھیل جائے۔

یہ بھی بجا اور مناسب ہے کہ ہم بچوں اور عورتوں کو ہمراہ لے جانے کے راز سے بھی آشنا ہو جائیں جب کہ آپؑ بنی امیہ کے خلاف اپنے قیام کے نتیجہ کو جانتے تھے امام حسینؑ قطعی طور پر اس بات سے واقف تھے کہ ان کی اور ان کے اصحاب کی عورتوں کے ساتھ بنی امیہ کے ذلیل اور پست افراد اہانت و بے حرمتی کریں گے اور ان کو قیدی و اسیر بنائیں گے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ امت کی ایک بڑی تعداد ان کے اس اقدام کی مذمت کرے گی اور امت کے ہر فرد کی اعتراض آمیز آواز بلند ہو جائے گی یہ خواتین حکومت اموی کی سیاست کو رسوا کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کرینگی ۔ حکومت کی برائیوں کو امت اسلام کے سامنے افشا کرینگی اور ہر مسلمان کے دل و روح کو متاثر کریں گی جو حکومت کے لئے ایک زبردست دھچکا ہوگا اور پھر کوئی یوں ذلیل و رسوا نہ کیا جائے گا

جب ہم ان عورتوں کے کردار کو دیکھتے ہیں جنھوں نے بنی امیہ کی پلید ماہیت اور اس کے رسوا کن اسرار سے پردہ اٹھایا تو ان کے اس عظیم کردار کے ساتھ ان کی گرفتاری اور اسیری پر غور کریں مثال کے طور پر انہوں نے لوگوں کے ساتھ گفتگو کی ان کو حقائق سے آشنا کیا کوفہ و شام میں بنی امیہ کے سیاستمداروں کے مظالم کو برملا کیا ان کے سامنے خطبے دیئے استقامت و پائمردی دکھائی، ان پر اعتراض کیئے اور ان سے لڑیں ہاں ان تمام مسائل کے پیش نظر امام حسینؑ کا عورتوں اور بچوں کو کربلا کے معرکہ تک اپنے ہمراہ لے جانے کا مقصد ہر با شعور انسان پر مکمل طور پر واضح ہوجاتا ہے اسی وجہ سے عورتوں کو ہمراہ لے جانا پہلے سے طے شدہ پروگرام کی بنیاد پر انجام پایا تھا۔

مکہ سے الوداع اور عراق کی جانب روانہ ہوتے وقت امام حسینؑ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے عورتوں کو ساتھ لے جانے کے بارے میں بتایا اور فرمایا:

" قد شاء الله تعالی ان یراھن سبایا " (۳۲)

بلاشبہ خداوند عالم ان کو اسیر دیکھنا چاہتا ہے۔

انقلاب امام حسینؑ میں عورتوں کے عظیم کردار کی توضیح و تشریح کے بعد اب یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب زینب کبریٰؑ اور دوسری عظیم عورتوں کی تقریروں کے بعض گوشے یہاں پیش کریں جو بہت ہی مؤثر اور ہمہ گیر ہیں یہ زینب کبریٰ ہیں جو کوفہ کے لوگوں سے خطاب کرتی ہیں اور امام حسینؑ کے خونچکاں انقلاب میں عورتوں کے عظیم کردار سے پردہ اٹھاتی اور کہتی ہیں:

"ہر قسم کی حمد و ثنا خداوند عالم سے مخصوص ہے اور میرے جد حضرت محمدؐ اور ان کے پاک و پاکیزہ خاندان پر درود و سلام ہو، اما بعد : اے کوفہ والو! کیا تم روتے ہو؟ خدا کرے تمہارے یہ آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور تمہارے رونے کی آواز کم نہ ہو بیشک تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جو اپنے بنے ہوئے دھاگوں کو دوبارہ روئی میں تبدیل کر رہی ہو(اور جس نے جاہلیت کے دور میں احمق کا لقب پایا) جب کہ تم نے بھی اپنے ایمان کو فساد و تباہی اور دشمنی و فریب کا وسیلہ قرار دیا ہے اے لوگو! میں تم سے مخاطب ہوں! کبھی تم غرور نخوت و کینہ و دشمنی کی وجہ سے اپنی حدوں سے گذر گئے اور کبھی تم ان زر خرید اور پست کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور تملق پر اتر آئے اور کینہ رکھنے والے دشمنوں کی طرح تم نے سختی کو اختیار کیا تمہارے پاس ان برے صفات اور خصائل کے سوا کچھ نہیں ہے مختصر یہ کہ تم اس گھاس کے مانند ہو جو گندگی سے نکلی ہو جس کا ظاہر اچھا اور باطن بہت برا ہے یا تمہاری صورتیں ان قبرستانوں کے مانند ہیں جن پر چونے سے سفیدی کی گئی ہے.

تم نے اپنے لئے بہت برا زاد راہ فراہم کیا ہے جو تم پر خدا کے غیظ و غضب اور اس کے دائمی عذاب کا سبب بنے گا کیا اب تم میرے بھائی پر گریہ و زاری کرتے ہو؟ ہاں خدا کی قسم! تمہیں رونا

چاہیئے کیونکہ تم نے برا کام انجام دیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں عمر بھر رونا چاہیئے بہت گریہ کرو اور کم ہنسو کیونکہ تم نے سید الانامؐ کی حرمت کو پامال اور انہیں قتل کر کے اپنے آپ کو ذلت و رسوائی سے آلودہ کیا ۔ وہ ذلت و رسوائی جو قیامت تک کسی بھی پانی سے دھوئی نہیں جا سکتی یہ دھبہ کیونکر صاف ہوگا ؟ اور جوانان جنت کے سردار اور فرزند پیغمبرؐ کا قتل کیسے نظر انداز کیا جائے گا ؟!! تم نے اس ہستی کو قتل کیا جو تمہاری پناہ گاہ ، تمہاری صلح کا محافظ ، تمہارے اتحاد و اتفاق کا محور تمہارے غریبوں کا فریاد رس تمہارے دین کا علمبردار ، تمہارے مذہب و مقصد کا بیان کرنے والا اور تمہارے راستے کی مشعل فروزاں تھا۔

بیشک تم سب ذلت و خواری ، ہلاکت و تباہی اور خفت و شرمندگی سے دوچار ہوگئے ہو ! تمہاری سعی و کوشش خود تمہارے لئے نقصان دہ و ناامیدی کا باعث بنی اور تمہاری ہلاکت و نابودی کا سبب قرار پائی ہے تمہاری اس تجارت نے تمہیں زبردست نقصان پہنچایا۔ تم سب خدا کے قہر و غضب میں مبتلا ہوئے اور بدبختی کے سیاہ بادلوں کا سایہ تمہارے سر پر چھا گیا۔ تم پر افسوس ! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے محمد مصطفیؐ کے کس جگر پارہ کو شگافتہ کیا ہے ؟! اور کس طرح اس سے کئے ہوئے عہد کو توڑا ہے اہلبیتؑ عصمت و

طہارتؑ کے پردے داروں کو کس طرح بے پردہ بنایا ؟ ! کیسی حرمتوں کو پامال کیا ؟ ! رسول خداؐ کا کیسا خون تم نے بہایا ؟ ! بیشک تم نے ایسا کام کیا اور ایسا منکر بجالائے کہ قریب تھا کہ اس کے غم سے آسمان پھٹ جائے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں تمہارے اس برے ، شوم ، نا مبارک ، قابل مذمت ، جاہلانہ ، احمقانہ اور غیر پسندیدہ کام نے زمین و آسمان اور پورے عالم کو ہلا کر رکھدیا کیا تم حیران ہو کہ آسمان خون کے آنسو رویا ہے ؟ ! یاد رکھو کہ آخرت کا عذاب نہایت سخت اور بد تر ہے اور وہاں اس عذاب سے کسی کیلئے مدد اور چھٹکارے کی کوئی امید نہیں ہے .

لہذا اس معمولی مہلت اور فرصت پر زیادہ خوش نہ رہو کیونکہ وقت گذرنے میں کوئی چیز مانع نہیں اور بے گناہ کا خون ہرگز ضائع نہیں ہوگا بیشک تمہارا پروردگار تمہاری کمین میں ہے [۴۳] .

اس طرح حضرت زینب نے کوفہ والوں کو اس حادثے کی عظمت کی طرف متوجہ کیا اور اس کے بھیانک نتائج کا ان سے ذکر کیا۔ اور امام حسینؑ کی شہادت کے عوامی و سماجی اثرات بیان کئے جس سے بنی امیہ اور ان کے حامیوں کی سیاست کے خلاف عوامی غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ! اور کوفہ کی حالت مکمل طور پر بگڑ گئی !

اس کے بعد فاطمہ بنت الحسینؑ نے اپنا تاریخی خطبہ بیان فرمایا:

"اما بعد: اے کوفہ والو اے مکر و فریب اور سازش کرنے والو! ہم اس خاندان سے ہیں جس کو خداوند عالم نے تمہارے امتحان کا وسیلہ قرار دیا ہے اور ہمارا تمہارے ذریعہ امتحان لیا لیکن ہم امتحان میں کامیاب و کامران ہوگئے خداوند عالم نے اپنے علم کو ہمارے پاس قرار دیا ہے اور اپنے احکام کا فہم و ادراک ہمیں عنایت کیا ہے ہم علوم الٰہی اور اس کی حکمت کے خزانہ دار ہیں اور روی زمین اور اس کے بندوں کے درمیان اس کی حجت ہیں۔ خداوند عالم نے اپنے لطف و کرم سے ہمیں بزرگی و شرف عطا فرمایا اور اپنے پیغمبرؐ کے ذریعہ ہمیں اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت و برتری عطا فرمائی لیکن تم جیسے نا اہلوں نے ہمارے مقام اور ہماری عظمت و حیثیت کو جھٹلانے کی ٹھان لی۔ ہمارے علم و فضیلت اور عظمت و شرف کا تم نے انکار کیا تم نے ہمارے قتل کو جائز سمجھا اور ہمارے اموال لوٹنے و غارت کرنے کو روا سمجھا گویا ہم تمہاری نظر میں ترک و تاتار کی اولاد ہیں!

البتہ تم نے کل بھی ہمارے جد کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے تھے اور اب بھی ہمارے خاندان کے خون کے قطرے تمہاری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں اور یہ تمہارے اس پرانے کینے، حسد

و تعصب کی وجہ سے ہے جو تم نے ہمارے لئے روا رکھا ہے اسی لئے یہ چیز تمہارے دلوں کی خوشی اور تمہاری آنکھ کی روشنی بن گئی ہے اور یہ چیز خداوند عالم کے حضور تمہاری ہمت و جرات اور مکر و فریب کی بھی حکایت کرتی ہے تم جان لو کہ خدوانداس بہترین تدبیر کرنے والا ہے ہمارا خون بہا کر اور ہمارے اموال کی لوٹ مار کرکے خوشیاں نہ مناؤ کیونکہ یہ تمام مصیبتیں اور طاقت فرسا بلائیں موجودات کو خلق کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئی تھیں بیشک یہ کام خداوند عالم پر بہت سہل و آسان ہے۔ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے اس پر افسوس مت کرو اور جو چیز قبضے میں آجاتی ہے اس پر خوشحال نہ ہو بیشک خدا کسی مغرور و متکبر کو دوست نہیں رکھتا۔

مرجاؤ تم سب! خداوند عالم کی لعنت و عذاب کا انتظار کرو.... گویا ایسا ہے کہ بلا و مصیبت نے تم کو گھیر لیا ہے اور تمہارے سر پر آسمان سے انتقام کے بادل نے برسنا شروع کر دیا ہے تمہارا کاروبار گھاٹے میں رہا تمہارا ایک گروہ دوسروں کے عذاب کی تلخی کا مزہ چکھے گا پھر قیامت کے دن اس ظلم و ستم کی وجہ سے جو تم نے ہم پر روا رکھا درد ناک اور دائمی عذاب میں گرفتار ہو گے آگاہ ہو جاؤ! کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو (۶۴)۔

حضرت ام کلثوم نے بھی یہی لب و لہجہ اختیار کیا اور ایک عظیم خطبہ دیا....
اگرچہ یزید کے دار الحکومت دمشق میں خواتین کا یہ اہم کردار کچھ اور نمایاں ہوا کیونکہ وہاں سخت قسم کی لفظی جھڑپ سامنے آئی اور خطبوں کی زیادہ فرصت فراہم ہوگئی اعتراض کی آواز اور بلند ہوئی اور حسینؑ کے خونی انقلاب میں عورت کی مجاہدانہ حیثیت مزید نمایاں ہوگئی ان خواتین نے یزید اور دوسرے ظالموں کا بغیر کسی خوف و ہراس کے مقابلہ کیا اس دعویٰ کے ثبوت کیلئے صرف حضرت زینبؑ کا وہ خطبہ کافی ہے جو انہوں نے دار الحکومت دمشق میں یزید کے سامنے پڑھا یہ خطبہ اس زمانے میں ایک خاص جہادی موقف کا واضح اور روشن نمونہ شمار ہوتا ہے اس خطبے کا ایک حصہ یہ ہے:

"حمد و ثنا پروردگار عالم کیلئے مخصوص ہے اور درود و سلام ہو رسول خداؐ اور ان کی آل پاکؑ پر خداوند عالم کی بات بالکل ٹھیک اور درست ہے کہ وہ ارشاد فرماتا ہے

" ثم کان عاقبۃ الذین اساو و االسو یٰ ان کذبوا بآیات اللہ و کانو بھا یستھزؤن".

ان بدکاروں کا انجام جو برے کام انجام دیتے ہیں یہ ہے کہ وہ آیات خدا کو جھٹلاتے اور ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں (روم ۱۰).
اے یزید! کیا تو گمان کرتا ہے (یعنی تیری فکر حقیقت کے مطابق نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے) کہ تو نے زمین و آسمان کو ہمارے اوپر تنگ کر دیا ہمیں زنگبار کے اسیروں کی طرح قید کر کے شہر بہ

شہر اور دیار بہ دیار پھرایا خداوند عالم کی طرف سے ایک خاص لطف و احسان ہے جو ہمارے شامل حال ہوا ہے کیا تجھے اس سے کوئی حشمت و کرامت مل گئی ہے اور خداوند عالم کے حضور تجھے کوئی مرتبہ و مقام مل گیا جس کی وجہ سے تکبر و غرور کرتا ہے ،اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے اور ناک پھلاتا ہے اور یہ کہ دنیا تیرے لئے بالکل ہموار اور ہماری سلطنت تجھ سے مخصوص ہوگئی ہے اور تو مسرور و خوشحال ہوکر اتراتا اور ناز کرتا ہے البتہ تو جانتا ہے کہ ایسا نہیں ہے لہذا تو غرور و تکبر کے مرکب سے اتر جا اور کبر و غرور کے نشے سے ہوش میں آجا اور جہالت و گمراہی کے راستے کو چھوڑ دے کیا تو نے خداوند عالم کے اس فرمان کو فراموش کردیا ہے کہ۔

" و لا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثماً و لھم عذاب مھین "

وہ لوگ گمان نہ کریں جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ ہم نے جو ان کو مہلت دے رکھی ہے وہ ان کے لئے مفید ہے ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کریں اور ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے (آل عمران ۱۷۸)۔

اے غلاموں کے فرزند! کیا یہ انصاف کے مطابق ہے کہ تیری عورتیں اور کنزیں تو پردے میں رہیں اور رسول خداؐ کی بیٹیوں

کو تو قید کر کے شہر بہ شہر بے پردہ پھرائے اور ان کے احترام اور عظمت و رفعت کو نظر انداز کر دے تو نے انھیں ہر جگہ ہر گلی کوچہ میں ذلیل کیا اور اچھے برے لوگوں کی نگاہوں کا نشانہ بنایا تو نے ان کی سواریوں کو مردوں سے خالی کر دیا اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں چھوڑا ایسے شخص سے عزت و حرمت کی کیا امید کی جاسکتی ہے جس کی ماں ھندۂ جگر خوارہ ہو جس نے پاک انسان کے جگر کو اپنے نجس منہ میں چبایا اور اس کا گوشت بھی شہیدوں کے خون سے بنا ہے ...[۶۵]

اے یزید تیرے لئے یہی بس ہے کہ حضرت سید الشھداءؑ کے سلسلہ میں خداوند متعال ولی و حاکم ہے اور پیغمبر خداؐ فیصلہ کرنے والے اور جبرئیل امینؑ ان کے مدد گار و محافظ ہیں اور وہ شخص جس نے بادشاہت و سلطنت کو تیرے لئے سجایا اور تجھ کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کیا، بہت جلد اس بات کی طرف متوجہ ہو جائیگا کہ اس نے کس بد سیرت اور ظالم کو منتخب کیا اور کتنے پست و ذلیل انسان کو اپنا جانشین بنایا اور قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ بری او سخت منزل کس کی ہے ذلت و رسوائی اور سپاہ و لشکر کی کمزوری اور ناتوانی کس کیلئے ہوگی !؟ اگر میں تیری قدر و منزلت کو پست و حقیر سمجھتی ہوں اور تیری مذمت و سرزنش کے

امر کو عظیم جانتی ہوں تو یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے تیرے ساتھ گفتگو میں کسی نفع کو مد نظر نہیں رکھا اور میرا دل اس پر خوش نہیں ہے لیکن کیا کیا جا سکتا ہے کہ آنکھیں اشکوں سے تر اور دل کباب ہیں......

لہذا تجھ سے جتنا ہو سکتا ہے اپنے مکر و فریب اور بغض و کینے میں اضافہ کر اس خدا کی قسم جس نے ہمیں وحی، کتاب اور پیغمبری دی اور ہمارا انتخاب کر کے ہمیں شرف بخشا تو ہرگز ہمارے فضل و کمال تک نہیں پہنچ سکتا اور ہمارے عظیم مرتبے کو نہیں پا سکتا تو ہرگز ہماری یاد کو نہیں مٹا سکتا اور نزول وحی کو ہم سے دور نہیں رکھ سکتا تو ذلت و رسوائی اور ننگ و عار کے دھبے کو اپنے بد نما چہرے سے قیامت تک نہیں مٹا سکتا تیرے پاس بجز بے عقلی، نادانی، ذلت و خواری کے سوا کچھ نہیں، اور اس دن کو یاد رکھ جب منادی آواز دیگا: الا لعنة الله على الظالمين...(۶۶).

مذکورہ بالا تحریر حضرت زینبؑ اور ان کی دوسری بہنوںؑ کے قیامت خیز بیانات کا خلاصہ تھا جو کوفہ و شام میں انہوں نے بیان فرمائے تھے ان کو یہاں اس لئے نقل کیا گیا ہے تاکہ امام حسینؑ کے خونچکاں انقلاب کے مقاصد کی تشریح میں عورتوں کے تبلیغی کردار کی اہمیت اور اہلبیتؑ کی مظلومیت نیز امت کے امور کو سنبھالنے میں ان کی بے مثال صلاحیت واضح طور پر بیان ہو جائے ساتھ ہی خواتین کے اس جہاد سے بنی امیہ کی پلید ماہیت او اسلامی زندگی کی آڑ

میں امت کے لوگوں خاص طور سے ضعیف النفس لوگوں کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے والی ان کی سیاست سے پردہ اٹھ گیا جس نے آخر کار بنی امیہ کی ظلم وجور پر مبنی حکومت کو سرنگوں کردیا.

انقلاب کا رد عمل

ہم نے اس سے پہلے اشارہ کیا ہے کہ امام حسینؑ کے انقلاب کا مقصد شروع سے لیکر آخر تک ایک تھا اور وہ حکومت بنی امیہ کے مقابلے میں عملی اقدام کے ذریعہ ایک ایسا انقلاب لانا تھا کہ جو بنی امیہ کی حکومت کو گرادے ،... اور امت کو شاہراہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرے اور نتیجہ بھی پہلے سے تعیین شدہ منصوبہ کی بنیاد کے مطابق حاصل ہوا۔ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے تاخیر کو جائز نہیں سمجھا تا کہ خداوند متعال ان کو نیک صفت شھیدوں کے عنوان سے انتخاب کرلے اور حکومت بنی امیہ کا وجود ختم ہوجائے۔ بنی امیّہ کہ ناپاک و پلید حقیقت مکمل طور پر بر ملا ہوگئی اور اسلام کی الہی رسالت کا مقابلہ کرنے والے رسوا ہوگئے۔ حکومت بنی امیہ ذلیل و خوار ہوگئی اموی حکومت عوام کے مصالح کے خلاف ثابت ہوئی اور جس پو ان لوگوں کی زبان بھی کھل گئی جنھوں نے کربلا کے جانگداز واقعہ میں بنی امیہ کے کثیف خاندان کا ساتھ دیا تھا۔ وہ اپنے ضمیر کی آواز اور بے چین روح سے متاثر ہوئے اور انہوں نے اندرونی طور پر حکومت سے تغیر و تبدیلی کا مطالبہ کیا....

اس طرح اسلامی سماج سخت اضطراب اور تزلزل میں مبتلا ہوگیا اور عوامی

غم و غصے کا موجب بن گیا اور عراق میں "توابین" کے انقلاب اور مختار ثقفی کی تحریک کا سبب بنا مختار ثقفی نے ان ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جو امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے بعد لوٹے تھے اسی طرح مدینہ کا انقلاب اور اس کے علاوہ دوسری عوامی تحریکوں کے بھی نمونے ملتے ہیں اگر چہ مذکورہ انقلابات بنی امیہ کے وجود کو ختم نہ کر سکے لیکن عملی اور عینی لحاظ سے ان کی حکومت کے روبرو ہوئے جو اسلامی اصولوں سے منحرف تھی ان انقلابات کو بنی امیہ کی سیاست کے خلاف سماج میں تبدیلی کی زندہ تعبیر سمجھا جاتا ہے۔

عباسیوں نے بنی امیہ کے خلاف بڑھتی ہوئی مخالفت سے زبر دست فائدہ اٹھایا اور انہوں نے اہلبیتؑ کی نصرت و مدد کا نعرہ لگا کر اپنی طاقت میں اضافہ کرلیا۔ یہاں تک کہ انہیں بنی امیہ کے وجود کو ختم کرنے کی توفیق حاصل ہو گئی۔

مختصر یہ کہ امام حسینؑ کے انقلاب نے حالات کو اس طرح شکل دی جس سے بنی امیہ کی سیاستوں کا مکر ٹوٹ گیا وہ سیاست جس نے اسلامی ثقافت کی راہ کو بگاڑ دیا تھا لیکن امامؑ نے امت کے ہر فرد میں اسلامی و انسانی خُلق و صفت اور جہد و جہاد اور کرامت و شرافت کی روح زندہ کر کے حکومت اموی کے منحرف نظام کو ختم کرنے کی راہ ہر طرح سے ہموار کر دی اور تاریخ نے حضرتؑ کے اس مقدس مقصد کی کامیابی کی گواہی دے دی ...

درود و سلام ہو رسول اکرمؐ کے نواسے اور شہید راہ خدا حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ پر۔

ہم حضرت کی خونچکاں اور مقدس راہ کو طے کرنے کیلئے جان نثاری کا عہد کرتے ہیں اور ان کی محبت اور اسلام کے حیات بخش مکتب کے دفاع کیلئے اپنی جان دینے کو تیار ہیں.

و صلی اللہ علی محمد و علی آلہ الطیبین الطاہرین

حوالہ جات

۱۔ اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ طبرسی ص ۲۱۷۔

۲۔ پرتوی از زندگی امام حسینؑ۔

۳۔ صحاح صحیح کی جمع ہے یہ اہلسنت کی معتبر روائی کتابیں ہیں۔

۴۔ رجوع کریں صحیح مسلم، صحیح ترمذی ج ۲ مسند احمد بن حنبل، مستدرک الصحیحین۔

۵۔ آل عمران ۶۱۔

۶۔ رجوع کریں کتاب فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ ج ۱ ص ۲۴۴ اور دیگر منابع۔

۷۔ شوریٰ ۲۳۔

۸۔ فضائل الخمسہ ج ۱ ص ۲۵۹ منقول از حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۲۰۱۔

۹۔ الفضائل الخمسہ ج ۳ ص ۲۶۲ و ۲۶۳۔

۱۰۔ اعلام الوریٰ ص ۲۱۹۔

۱۱۔ فصول المھمہ، ابن صباغ۔

۱۲۔ تذکرۃ الخواص، سبط ابن جوزی۔

۱۳۔ المجالس السنیہ، سید محسن امین۔

۱۴۔ گذشتہ حوالہ۔

۱۵۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہؑ، اربلی، ج ۲ ص ۲۷۴۔

۱۶۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب۔
۱۷۔ المجالس السنیہ، ج ۱ مجلس چہارم، تذکرۃ الخواص، ابن جوزی ص ۲۴۵۔
۱۸۔ مقام صفہ مسجد نبویؐ میں وہ جگہ ہیں جہاں غریب لوگ بیٹھتے تھے۔
۱۹۔ اھل بیت، ابو علم، باب تواضع و زہد امام حسینؑ۔
۲۰۔ مناقب آل ابی طالب، مکارم اخلاق امام حسینؑ۔
۲۱۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۴۔
۲۲۔ اھل البیت، ابو علم، باب علم، فصاحت و بلاغت امام حسینؑ۔
۲۳۔ تحف العقول ص ۱۷۴۔
۲۴۔ تحف العقول ص ۱۷۵۔
۲۵۔ الوثائق الرسمیہ لثورۃ الامام الحسینؑ، عبدالکریم قزوینی ج ۱۔
۲۶۔ گذشتہ حوالہ۔ نیز حدیث کربلا، عبد الرزاق مقرم موسوی ص ۱۳۴۔
۲۷۔ صحیح مسلم ج ۲، مسلم، ترمذی، بخاری، ابو داؤد نے ان احادیث کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے۔
۲۸۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۱۵۔
۲۹۔ گذشتہ حوالہ ج ۲ ص ۱۶۔
۳۰۔ گذشتہ حوالہ۔
۳۱۔ گذشتہ حوالہ۔
۳۲۔ گذشتہ حوالہ ج ۲ ص ۸۶۔

۳۳۔ ثورۃ الحسینؑ، محمد مہدی شمس الدین ص ۶۱۔
۳۴۔ رجوع کریں السفر القیم لامام الحسینؑ، عبداللہ علائلی۔
۳۵۔ رجوع کریں مروج الذھب باب احوال یزید۔
۳۶۔ رجوع کریں مروج الذھب، مسعودی۔
۳۷۔ حضرت نے یہ خطبہ حر اور اس کی سپاہ کے سامنے پڑھا تھا۔
۳۸۔ امام حسینؑ کا خط بصرہ کے لوگوں کے نام سے، ماخوذ ہے۔
۳۹۔ مقتل الحسینؑ، مقرم، ص ۱۴۲۔
۴۰۔ ارشاد شیخ مفید ص ۱۸۳۔
۴۱۔ مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۱۴۷۔
۴۲۔ الوثائق الرسمیہ لثورۃ الحسینؑ، ص ۳۶۔
۴۳۔ فصول المھمہ، ابن صباغ مالکی۔
۴۴۔ ارشاد شیخ مفید ص ۱۸۴۔
۴۵۔ الوثائق الرسمیہ لثورۃ الحسینؑ نقل از تاریخ طبری۔
۴۶۔ گذشتہ حوالہ۔
۴۷۔ ارشاد شیخ مفید ص ۱۸۸۔
۴۸۔ مقتل الحسین مقرم ص ۱۷۹۔
۴۹۔ گذشتہ حوالہ
۵۰۔ مقتل الحسین ص ۱۹۳۔

۵۱۔ گذشتہ حوالہ ص ۱۹۴۔

۵۲۔ گذشتہ حوالہ

۵۳۔ گذشتہ حوالہ

۵۴۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۹۔

۵۵۔ گذشتہ حوالہ

۵۶۔ گذشتہ حوالہ

۵۷۔ گذشتہ حوالہ

۵۸۔ ارشاد شیخ مفید ص ۲۲۶۔

۵۹۔ مقتل الحسین سید ابن طاؤس ص ۳۲و ۳۳۔

۶۰۔ ارشاد شیخ مفید ۲۳۳۔

۶۱۔ مقتل الحسین، مقرم، ص ۲۲۳۔

۶۲۔ گذشتہ حوالہ، ص ۱۹۵، بنقل از بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۸۴۔

۶۳۔ مجالس السنیہ، ج ۱ ص ۱۳۰۔

۶۴۔ گذشتہ حوالہ ص ۱۳۱۔

۶۵۔ گذشتہ حوالہ ج ۱ ص ۱۴۶۔

۶۷۔ احتجاج طبرسی ج ۲۔